بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

مَّا الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِہِ الرُّسُلُ وَاُمُّہٗ صِدِّیۡقَۃٌ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الۡاٰیٰتِ ثُمَّ انۡظُرۡ اَنّٰی یُؤۡفَکُوۡنَ (المائدہ۔۸۶)

مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھے۔اس سے پہلے جتنے رسول تھے سب گزر چکے ہیں۔اور اُسکی ماں صدیقہ تھی۔دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔
دیکھ ہم اُنکی خاطر کس طرح اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔پھر دیکھ کہ وہ کس طرح اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔

ایک مظلوم خاندان کی کہانی غلام مسیح الزماں کی زبانی

عزیزم محمد ناصر اللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاۃ

آپ اپنی ۲۳/اکتوبر ۲۰۱۶ء کی ای میل میں فرماتے ہیں:۔

Mohtram Hazrat Abdul Ghaffar Janba sb.Ap aik barpoor qism ka jawab dain aur ab ap ko haq hasil he k ap ne jo parda poshi farmayee ab us se parda utha dain .Ap aik ahtmam hujjat farma dain baqi boxing ring main dekh loon ga.wasslam haqeer nasir ullah

عزیزم:۔خاکسار نے آپکی ای میل پڑھ لی ہے۔آپ کو علم ہے کہ خاکسار نے تھوڑا بہت تو اپنے مظلوم خاندان کے متعلق خطبات اور مضامین میں ذکر کیا ہوا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے بزرگوں کو اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔میں اِسے ہی کافی سمجھتا تھا۔لیکن اس خنزیر صفت، پلید اور کاذب گھمن نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنے مظلوم خاندان کی کہانی دنیا پر ظاہر کر دوں۔آپکی ای میل سے بھی میں یہی سمجھا ہوں کہ وہ ظلم جو ہم پر اپنے لوگوں نے توڑے اور جنہیں میں نے کبھی بیان نہیں کیا اور نہ ہی بیان کرنا مناسب سمجھا اب اِنہیں بیان کر دوں۔بیان نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک الگ خاکسار کے مظلوم خاندان کی ایک ظلم وستم سے بھری ہوئی کہانی تھی اور میں سمجھتا تھا کہ اِس کا میرے دعوے سے کیا تعلق ہے؟؟ اب مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اس ظلم کی داستان کا بھی خاکسار کے دعوے کیساتھ کچھ نہ کچھ ضرور تعلق ہے۔اللہ تعالیٰ کے تقویٰ شعار بندے بعض اوقات اپنے پر ہونے والے ظلموں کو لوگوں کے آگے بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے رحم کی بھیک مانگتے ہیں بلکہ صبر کو ترجیح دیتے ہیں۔اور مجھے بھی یہی پسند تھا لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ خود بعض خنزیر صفت لوگوں کے ذریعے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ پھر مظلوم نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے پر ہونے والے ظلموں کو بیان کر دیتے ہیں۔میری اِس کہانی میں بعض ایسے لوگوں کا بھی ذکر آئے گا جو اب مرحوم ہو چکے ہیں۔اُنہوں نے ہم پر جتنے ظلم توڑے اور جو جو گناہ کیے، اگر وہ دنوں پر وارد ہوتے تو راتیں بن جاتیں۔بہرحال اپنے بُرے یا بھلے اعمال بجالا کر وہ اب اس دنیا سے رُخصت ہو چکے ہیں۔اُنکا معاملہ اب خدا کیساتھ ہے۔میں نہیں چاہتا تھا کہ اِن مُردہ لوگوں (جو کسی نہ کسی رنگ میں میری برادری ہونے کے ناطے میرے دور نزدیک کے رشتہ دار بھی ہیں) کی پردہ دری کروں۔لیکن اِس خنزیر صفت اور پلید انسان (جو جرمنی میں حرام کے بچے پیدا کر کے نبی اور رسول ہونے

کے دعوے کرتا پھر رہا ہے) نے اب مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں اپنے مظلوم خاندان کی کہانی لوگوں کے آگے بیان کر دوں ۔ جہاں تک الزاموں کا تعلق ہے تو اِس قسم کے نتھو پھتو وٴں نے ہمارے آقا و مولا سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمیت اللہ تعالیٰ کے کسی مرسل کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔ الٰہی مرسلوں کیساتھ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے کیونکہ ؎

اِنہی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آوٴ میرے گھر کے راستہ میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

مُرسلین کے مخالفوں کے اِسی رویہ کے حوالہ سے محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ فرماتے ہیں:۔

’’جب کوئی صادق خدا کی طرف سے آتا ہے تو لوگ اِس کو کتوں کی طرح کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔ اِسکی جان و مال و عزت و آبرو کے درپے ہو جاتے ہیں اور مقدمات میں اِس کو کھینچتے ہیں۔ غرض ہر طرح سے جو اُن سے بن پڑتا ہے کرتے ہیں اور جو تکلیف پہنچا سکتے ہیں پہنچاتے ہیں اور اپنی طرف سے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ چاہتے ہیں کہ اُنہیں ذبح کر دیں اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے قیمہ کر دیں۔ کنجر اور لنگوٹی پوش فقیر بنتے ہیں اور خلق اللہ کو گمراہ کرتے ہیں مگر اِن لوگوں کو قتل اور کفر کا فتویٰ کوئی نہیں دیتا۔ اُنکی ہر حرکت بدعت اور شرک سے پُر ہوتی ہے۔ اِن کا کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جو سراسر اسلام کے خلاف نہ ہو مگر اُن پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاتا۔ اُن کیلئے کسی دل میں جوش نہیں اُٹھتا۔ غرض اس میں سوچتا تھا کہ کیا حکمت ہے تو میری سمجھ میں آیا کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے کہ صادق کا ایک معجزہ ظاہر کرے کہ باوجود اس قسم کی ممانعت کے اور دشمن کے تیر و تبر چلانے کے صادق بچایا جاتا اور اُسکی روز افزوں ترقی کی جاتی ہے۔ خدا کا ہاتھ اُسے بچاتا اور اُس کو شاداب و سرسبز کرتا ہے۔ خدا کی غیرت نہیں چاہتی کہ کاذب کو بھی اس معجزہ میں شریک کرے۔‘‘ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۱۳)

آپ کو واضح رہے کہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے جو عظیم الشان رحمت کا نشان بنایا ہے۔ خاکسار ایسے دینی لحاظ سے اَن پڑھ انسان کو اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کا نشان بنا دینا بھی جماعت احمدیہ کے اکثر افراد کیلئے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے کہ یہ کس طرح ہو گیا کہ جماعت احمدیہ میں تو امام مہدی و مسیح موعودؑ کی اولاد کے علاوہ بڑے بڑے نیک پاک باعمل بزرگ، حافظ قرآن اور عربی کے اجل عالموں کے ہوتے ہوئے ڈاور کے گرد و نواح میں بے آب و گیاہ زمین اور جنگل میں پیدا ہونے والے ایک یتیم بچے (جسے بچپن میں قرآن کریم ناظرہ پڑھنا بھی نصیب نہ ہوا) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا نشان بنانے کیلئے کیسے چُن لیا؟ ہوسکتا ہے اب جب میں اِس ظلم کی داستان کو احاطہ تحریر میں لا رہا ہوں تو پھر جماعت احمدیہ کے بہت سارے سلیم الفطرت افراد کو خاکسار پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نظر پڑنے کی وجہ بھی معلوم ہو جائے۔

اِسی سلسلہ میں حضرت بانئے جماعت احمدیہؑ فرماتے ہیں:۔

’’اُسکے عجائباتِ قدرت اِسی طرح پر ہمیشہ ظہور فرماتے ہیں کہ وہ غریبوں اور حقیروں کو عزت بخشتا ہے اور بڑے بڑے معززوں اور بلند مرتبہ لوگوں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے بڑے علماء و فضلاء اُسکے آستانہ فیض سے بکلی بے نصیب اور محروم رہ جاتے ہیں اور ایک ذلیل حقیر اُمی جاہل نالائق منتخب ہو کر مقبولین کی جماعت میں داخل کر لیا جاتا ہے۔ ہمیشہ سے اُسکی کچھ ایسی ہی عادت ہے اور قدیم سے وہ ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ‘‘ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ حاشیہ)

عزیزم:۔آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنے ضروری علمی کاموں کی تکمیل کیلئے وقتی طور پر اپنے خطبات کا سلسلہ بھی موقوف کر دیا تھا۔اسی اب اس خنزیر صفت انسان اور کچھ دیگر ظالموں کی حقیقت دنیا پر کھولنے کیلئے میرے لیے ضروری ہے کہ میں اپنے دیگر علمی کاموں کو روک کر پہلے اِس کام کو سرانجام دوں کیونکہ اب میں سمجھتا ہوں کہ یہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

ایک اُجڑے ہوئے اور ڈراؤنے گھر کی حقیقت:۔۲۰رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔''خدا تیری برکتیں اِردگرد پھیلائے گا اور ایک اُجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔''(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۰۲)

عزیزم:۔حضرت مرزا صاحبؑ الہامی پیشگوئی مصلح موعود میں''ایک اُجڑے ہوئے گھر'' کی تشریح کے سلسلہ میں حاشیہ میں یوں فرماتے ہیں:۔۔۔''یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شائع ہو چکی۔جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیشگوئی ظاہر کی ہے۔کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے۔اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا۔اور وہ جو نکاح کرے گا وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا۔اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔سو اس جگہ اُجڑے ہوئے گھر سے وہ اُجڑا ہوا گھر مراد ہے۔۱۲منہ''(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۰۲ حاشیہ)

واضح رہے کہ مذکورہ بالا الہامی پیشگوئی بالکل سچی تھی اور یقیناً ایک اُجڑے ہوئے اور ایک ڈراؤنے گھر نے حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ کی دعا سے آباد بھی ہونا تھا اور آپکی برکتوں سے بھرنا بھی تھا۔ملہم کے خیال کے مطابق اِس اُجڑے ہوئے گھر سے محمدی بیگم کے والدین کا گھر مراد تھا۔لیکن حضورؑ کا یہ خیال نہ ہی درست تھا اور نہ ہی یہ خیال عملاً درست ثابت ہوا جس کی تفصیل خاکسار کے مضمون نمبر ۱۰۰''پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے ایک اُجڑے ہوئے اور ڈراؤنے گھر کی حقیقت''میں موجود ہے۔اِس اُجڑے ہوئے اور ڈراؤنے گھر کی حقیقت مجھے ۱۹۸۹ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائی گئی تھی اور اِس خبر اور انکشاف کے مطابق یہ اُجڑا ہوا اور ڈراؤنا گھر خاکسار کے آباؤاجداد کا ہی گھر تھا۔اسکی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔میرے دادا جان کا نام چوہدری مہتاب احمد تھا۔آپکے دو چھوٹے بھائی تھے۔منجھلے کا نام چوہدری مصاحب احمد تھا اور تیسرے چھوٹے بھائی کا نام چوہدری شیر محمد تھا۔چوہدری شیر محمد سیلانی طبیعت کا مالک تھا۔گاؤں میں دو ہفتے اور پھر چھ چھ ماہ غائب ہو جاتا تھا۔دوسرے شہروں میں جا کر رہتا تھا مثلاً کبھی لدھیانہ،کبھی لاہور،کبھی سرگودھا وغیرہ۔اسی وجہ سے آپ کی زندگی میں شادی نہ ہو سکی۔منجھلے بھائی چوہدری مصاحب احمد کی شادی ہوئی تھی لیکن نبھاہ نہ ہو سکا اور اس طرح وہ بھی لاولد ہی رہا۔میرے دادا جان کی شادی ہوئی اور میری دادی جان کا نام فاطمہ تھا۔لیکن میرے دادا جان کے ہاں بچے پیدا ہو کر یا تو فوت ہو جاتے تھے اور یا پھر پیدا ہی مردہ ہوتے تھے۔تبھی چک لوہٹ کے لوگ میرے دادا جان کے گھر کے متعلق کہا کرتے تھے کہ اس گھر میں تو روز مردے ہی پیدا ہوتے ہیں۔حتیٰ کہ اولاد کے بغیر ہی میری دادی جان اُس عمر کو پہنچ گئی کہ جس عمر میں آپ کے دانت بھی منہ سے گر گئے تھے۔میرے دادا جان کافی

صاحب جائیداد تھے۔آپکی کافی زمین تھی۔یعنی گاؤں کے اردگرد ہماری ہی زمین تھی۔میری والدہ صاحبہ نے مجھے بتایا تھا کہ ایک تو میرے تینوں دادوں کی موروثی زمین تھی۔کچھ اُنہوں نے خریدی تھی اور کچھ گاؤں کے لوگوں نے میرے دادا جان کے پاس بطور گروی رکھی ہوئی تھی۔یہ واضح رہے کہ میرے دادا جان کوئی رئیس نہیں تھے بلکہ اپنی زمین پر محنت مزدوری کرنے والے ایک عام زمیندار تھے۔

دادی جان کا خربوزہ کھانا ترک کرنا:۔ایک دفعہ میری دادی جان اپنے کھیتوں میں گاس کاٹ رہی تھی اور ساتھ ہی اولاد نہ ہونے کے غم میں روبھی رہی تھی۔اتفاقاً پاس سے کوئی فقیر یا کوئی بزرگ گزر رہا تھا۔جب اُس نے میری دادی جان کو روتے سنا تو وہ میری دادی جان کے قریب آ کر کہنے لگا کہ بہن تو کیوں رو رہی ہے؟ میری دادی جان نے اُس فقیر کو ٹالنا چاہا کہ بھائی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ویسے ہی مجھے رونا آ گیا تھا۔لیکن وہ بزرگ اصرار کرنے لگا کہ بہن جس طرح تو رو رہی ہے۔یہ عام رونا نہیں ہے۔ضرور تجھے کوئی تکلیف لاحق ہے۔آپ اپنی تکلیف مجھے بتائیں۔ہوسکتا ہے میں آپکی کوئی مدد کرسکوں۔بزرگ کے اِصرار پر میری دادی جان نے اُس کو بتایا کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔زمین ہے،روپیہ پیسہ ہے۔مال مویشی ہیں۔لیکن ہمارا کوئی بچہ نہیں ہے۔میرے ہاں بچے پیدا ہوئے ہیں۔وہ سب یا تو پیدا ہونے کے بعد ہی فوت ہوگئے اور یا پھر مردہ ہی پیدا ہوئے تھے۔میں اس لیے رو رہی تھی کہ یہ سب جائداد جو ہمارے پاس ہے۔یہ کس کام کی ہے؟ جب ہمارا کوئی وارث ہی نہیں ہے۔

اُس بزرگ نے میری دادی جان سے کہا! بہن اللہ تعالیٰ آپ کو اولاد دے گا اور وہ زندہ بھی رہے گی۔لیکن تمہیں ایک کام کرنا ہوگا؟؟ میری دادی نے پوچھا وہ کام کیا ہے؟؟ اُس بزرگ نے کہا کہ بہن تو مجھے بتا کہ تجھے دنیا میں کونسے دو پھل پسند ہیں؟ میری دادی نے جواب دیا کہ مجھے آم اور خربوزہ بہت پسند ہیں۔اُس بزرگ نے کہا کہ تو ان دونوں پھلوں میں سے ایک پھل اسی وقت کھانا چھوڑ دے۔میری دادی نے کہا کہ میں خربوزہ کبھی نہیں کھاؤں گی۔اسکے بعد وہ بزرگ دُعا دے کر چلا گیا۔بعد ازاں میری دادی جان کے ہاں پہلے ۱۹۰۵ء میں میرے والد چوہدری شیر محمد صاحب پیدا ہوئے۔دادا جان نے اپنے بیٹے کا نام شیر محمد اس لیے رکھا تھا کیونکہ آپکا چھوٹا بھائی چوہدری شیر محمد گھر میں نہیں رہتا تھا لہٰذا دادا جان نے اپنے بھائی کی اِس کمی کو اس طرح پورا کیا کہ اپنے بیٹے کا نام ہی شیر محمد رکھا لیا۔والد صاحب کی پیدائش کے بعد میری دو پھوپھیاں پیدا ہوئیں۔یہ تینوں بچے میرے دادا جان کے گھر میں پیدا ہوکر زندہ رہے۔وہ فقیر جس نے میری دادی جان سے ایک پھل چھڑایا تھا۔وہ فقیر بعد میں کبھی کسی کو نہ ملا اور نہ ہی کسی نے دیکھا۔پتہ نہیں وہ فرشتہ تھا یا کیا تھا؟ اُسکی کبھی کسی کو خبر نہ ہوئی۔غالباً میری ماں نے مجھے بتایا تھا کہ جب میرے ہاں بچے پیدا ہوگئے۔تو اُس وقت آپکی دادی زندہ تھی۔جب اُسکا پوتا یا پوتی خربوزہ کھاتے کھاتے خربوزے کا کوئی ٹکڑا اپنی دادی کے منہ میں ڈالتے تھے تو وہ خربوزے کا ٹکڑا منہ سے نکال کر پھینک دیتی تھی۔وہ کبھی خربوزہ نہیں کھایا کرتی تھی۔وہ کہا کرتی تھی کہ یہ خربوزہ میرے لیے دنیا میں نہیں ہے۔میں اِسے نہیں کھاسکتی۔

میرے دادا جان نے آگے اولاد کی خاطر میرے والد صاحب کی چھوٹی عمر میں ہی شادی کردی۔خاکسار کی بڑی والدہ صاحبہ کا نام فتح بی بی تھا۔آپکے ہاں بچے پیدا ہوتے تھے لیکن پیدا ہونے کے بعد جلدی فوت ہوجاتے تھے۔ہمارے دو یا تین بھائی بڑی والدہ صاحبہ کے ہاں

پیدا ہوکر فوت ہو گئے تھے۔ ہماری ایک بڑی بہن زندہ رہی تھی۔ جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ ہماری دادی جان کے ہاں بھی بچے پیدا ہوکر فوت ہوجاتے تھے۔ ایسا ہی ہماری بڑی والدہ صاحبہ کیساتھ بھی ہوتا رہا۔

والد صاحب کی دوسری شادی:۔ چونکہ ہمارے خاندان میں اولاد کی بڑی کمی تھی اور ہمارے بزرگ اولاد کو ترستے تھے۔ لہٰذا ہمارے دادا جان اور دادی جان نے صرف اولاد کی خاطر چک لوہٹ میں ہمارے نانا جان اور نانی جان سے اپنے اکلوتے بیٹے چوہدری شیر محمد کے نکاح ثانی کیلئے ہماری والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ کا رشتہ پوچھا۔ پہلے تو نانا جان اور نانی جان نے انکار کیا کیونکہ ہمارے والد صاحب اور ہماری والدہ صاحبہ کی عمروں میں کافی فرق تھا۔ بعدازاں ہمارے دادا جان اور دادی جان کے بہت زیادہ منت سماجت کرنے کے بعد ہمارے نانا جان اور نانی جان نے اپنی چھوٹی بیٹی یعنی ہماری والدہ صاحبہ کا رشتہ ہمارے والد صاحب کیساتھ کر دیا۔ ہمارے والد صاحب کی دوسری شادی کے بعد ہماری بڑی والدہ صاحبہ کافی عرصہ تک زندہ رہیں اور پھر تقسیم ہند سے تھوڑا سا پہلے فوت ہوئی تھیں۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ کے بطن سے الحمدللہ آٹھ بچے پیدا ہوئے تھے۔ ہمارے بڑے بھائی عبدالسلام سے چھوٹی ہماری ایک بہن سلامت چھوٹی عمر میں چک لوہٹ میں ہی فوت ہوگئی تھی۔ ہمارا ایک بھائی اور ایک بہن تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں فوت ہو گئے اور ہم پانچ بہن بھائی الحمدللہ زندہ ہیں۔ خاکسار سب سے چھوٹا ہے۔ مجھ سے دو بڑی بہنیں ہیں۔ اور پھر دونوں بہنوں سے بڑے دو بھائی ہیں۔ اگرچہ خاکسار کو تو اس کا حق الیقین ہے کہ میں اپنے دعویٰ موعود زکی غلام مسیح الزماں میں قطعی طور پر سچا ہوں لیکن میں لوگوں کیلئے یہاں فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی کے مطابق محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو ہی اپنی رحمت کا نشان یعنی موعود زکی غلام بنایا ہے۔ تو پھر میرے دادا جان کا گھر جہاں یا تو بچے پیدا ہوکر فوت ہوجاتے تھے اور یا پھر پیدا ہی مردہ ہوتے تھے۔ اور چک لوہٹ کے باسی میرے دادا جان کے گھر کے متعلق ہی کہا کرتے تھے کہ اس گھر میں روز مردے ہی پیدا ہوتے ہیں تو پھر کیا میرے دادا جان کا گھر ہی ایک اُجڑا ہوا اور ایک ڈراؤنا گھر ثابت نہیں ہوتا؟؟ اور پھر انتہائی عمر رسیدہ حالت میں میری دادی جان کو اپنی زمین پر کسی بزرگ کا ملنا اور پھر بزرگ کا دعا کرنا اور میری دادای جان کو ایک پھل کھانے سے منع کر دینا کیا یہ سب کچھ اس حقیقت پر دلالت نہیں کرتا کہ یقیناً محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ کی دعا کی برکت کی بدولت میرے آباؤ اجداد کو نہ صرف پہلے اولاد کی نعمت نصیب ہوئی تھی اور پھر آپکی دعا کی قبولیت کے نتیجہ میں ہی اِسی اُجڑے ہوئے اور ڈراؤنے گھر کے ایک چشم و چراغ (عبدالغفار جنبہ) کو اللہ تعالیٰ نے نشان رحمت بناتے ہوئے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق بنا دیا؟؟ واضح رہے کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے ملہم کو جس اُجڑے ہوئے اور جس ڈراؤنے گھر کی خبر دی تھی۔ وہ اُجڑا ہوا اور وہ ڈراؤنا گھر محمدی بیگم کے والدین کا گھر نہیں تھا بلکہ وہ میرے دادا جان چوہدری مہتاب احمد صاحب کا ہی گھر تھا کیونکہ گاؤں کے لوگ بھی آپکے گھر کو ہی ایک اُجڑا ہوا اور ایک ڈراؤنا گھر (یعنی جس گھر میں مردے پیدا ہوتے تھے) کہا کرتے تھے۔ عزیزم:۔ اِس اُجڑے ہوئے اور اِس ڈراؤنے گھر کی یہی وہ حقیقت تھی جس کی اللہ تعالیٰ نے خاکسار کو ۱۹۸۹ء میں کیل میں خبر دی تھی۔

چک لوہٹ سے ہجرت :۔ تقسیم ہند سے پہلے ہم لوگ ضلع لدھیانہ تحصیل سمرالہ اور تھانہ ماچھی واڑہ میں دریائے ستلج کے کنارے چک لوہٹ میں آباد تھے۔اس چک میں جاٹوں کی دو متوازی شاخیں جنبہ اور لوہٹ صدیوں سے آباد تھیں۔گاؤں میں رہنے والے لوگ چونکہ اَن پڑھ ہوتے ہیں لہٰذا اُنہیں شہریوں کے مقابلہ میں ملکی سیاست کا کوئی علم نہیں ہوتا۔تقسیم ہند سے تھوڑا سا پہلے اِسی بے خبری کے عالم میں خاکسار کے والد چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے لدھیانہ شہر میں ایک بہت ہی اچھا اور قیمتی مکان خرید لیا۔ چونکہ ہمارے خاندان میں اولاد کی بہت کمی تھی اور محترم والد صاحب کے پاس اُنکے بچے ہی سب سے زیادہ قیمتی اَثاثہ تھے لہٰذا میرے والد صاحب ملکی تقسیم کے وقت اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اپنے چاروں بچوں کو لے کر پاکستان پہنچنا چاہتے تھے۔ چک لوہٹ میں چونکہ کھیتی باڑی کرنے والے لوگ رہتے تھے لہٰذا بار برداری کیلئے ہر گھر میں ایک بیل گاڑی ہوا کرتی تھی۔گاؤں میں ہمارے پاس بھی ایک بیل گاڑی تھی۔میرے والد صاحب نے اپنی جنبہ برادری کے لوگوں مثلاً علی احمد وغیرہ سے کہہ دیا تھا کہ آپ لوگ میرے اہل وعیال کو پاکستان پہنچا دیں اور بدلہ میں ہماری بیل گاڑی آپ ہی لے لینا۔اور اس طرح میرے والد صاحب اپنے گاؤں چک لوہٹ کو خدا حافظ کہہ کر اپنے اہل وعیال کو لے کر پاکستان آ گئے۔ چک لوہٹ سے ہجرت کرنے والے مہاجروں کے اس قافلہ کو لاہور میں ہی پتہ چل گیا تھا کہ جماعت احمدیہ پاکستان میں چنیوٹ اور احمد نگر کے درمیان ایک ویران پہاڑی سلسلہ میں اونچی جگہ پر اپنا نیا مرکز بنا رہی ہے۔لہٰذا مہاجروں کا یہ قافلہ اپنی بیل گاڑیوں کو ہانکتے ہوئے لاہور سے آگے بذریعہ چنیوٹ احمد نگر پہنچ گیا۔

احمد نگر میں ہمارے ایک بھائی اور ایک بہن کی وفات :۔ شروع شروع میں جماعت احمدیہ نے احمد نگر کو اپنا عارضی مرکز بنایا تھا لہٰذا احمدی مہاجروں کے یہ قافلے احمد نگر اَکھٹے ہونا شروع ہو گئے۔ چک لوہٹ سے ہجرت کرنے والا مہاجروں کا یہ قافلہ بھی احمد نگر پہنچ گیا۔ مہاجروں نے خیمے لگا کر یہاں عارضی رہائش گاہیں بنا لی تھیں۔ چک لوہٹ سے ہجرت کر کے آنیوالے مہاجروں میں سے بعض خاندان کوٹ مومن جا کر آباد ہو گئے اور بعض بھابڑے چلے گئے۔کچھ احمد نگر کے نزدیک ڈاور میں آباد ہو گئے۔بعض اور شہروں اور ضلعوں کی طرف منتقل ہو گئے۔میرے والد صاحب چونکہ مذہبی آدمی تھے اور اُنہوں نے صحیح رنگ میں دین کو دنیا پر مقدم کیا ہوا تھا۔لہٰذا اُنکی خواہش تھی کہ وہ نئے احمدی مرکز کے اِردگرد ہی سکونت اختیار کریں۔مرکز میں آباد ہونے کے شوق اور انتظار میں میرے والد صاحب کافی عرصہ تک احمد نگر میں ہی ٹھہرے رہے۔یہیں احمد نگر میں میرے بڑے بھائی عبدالستار صاحب سے چھوٹا میرا بھائی محمد حنیف تھوڑا عرصہ علیل رہ کر فوت ہو گیا۔اسی طرح محمد حنیف سے چھوٹی ہماری ایک بہن امتہ الغفور بھی چھوٹی عمر میں یہیں احمد نگر میں ہی فوت ہوئی تھی۔جیسا کہ میں نے اپنے مضامین میں بتایا ہوا ہے کہ ہمارے والد صاحب کی دو چھوٹی بہنیں تھیں۔بڑی کا نام سکینہ تھا اور چھوٹی کا نام زینب تھا اور پیار سے اُسے جیناں کہتے تھے۔ہماری بڑی پھوپھی سکینہ احمدیوں میں بیاہی ہوئی تھی اور چھوٹی پھوپھی غیر احمدیوں میں بیاہی ہوئی تھی۔

ہمارے بڑے پھوپھا غلام محمد صاحب پرائمری سکول میں ٹیچر تھے۔تقسیم کے بعد وہ ملتان کی تحصیل لودھراں میں کسی پرائمری سکول میں بطور ٹیچر ملازم ہو گئے اور اُنہوں نے وہاں پر ہی اپنی زرعی زمین بھی اَلاٹ کروالی تھی۔چھوٹی پھوپھی ضلع لائل پور کی تحصیل سمندری میں

چک نمبر ۴۴ ۷ میں آباد ہوگئیں۔ بعدازاں ہمارے بڑے پھوپھا غلام محمد صاحب نے ہمارے والد صاحب کو ملتان بلا لیا۔ میرے والد صاحب اپنے اہل وعیال کو لے کر احمد نگر سے ملتان شفٹ ہوگئے۔ یہاں کچھ عرصہ ٹھہرے رہے۔ بالآخر ۱۹۴۹ء کے لگ بھگ والد صاحب کو مرکز کی محبت ڈاور لے آئی۔ ڈاور سے قریباً دو کلومیٹر کے فاصلہ پر چاہ وکیل والا پر ہمیں زرعی زمین اَلاٹ ہوگئی۔

والد صاحب کی آخری شب کی دعائیں:۔ جیسا کہ خاکسار پہلے بتا چکا ہے کہ ہمارے دادا جان چوہدری مہتاب احمد اور آپکے دو چھوٹے بھائی تھے۔ اِن تینوں بھائیوں کی واحد نرینہ اولاد ہمارے دادا جان کے بیٹے چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب تھے اور آپکی دو چھوٹی بہنیں تھیں۔ برادری میں ہماری زرعی زمین کے زیادہ ہونے کی یہی وجہ تھی کہ ہمارے تینوں دادوں کی زمین تقسیم ہونے کی بجائے اکیلے خاکسار کے والد کے نام منتقل ہوگئی تھی۔ اِس لحاظ سے آپ اپنی برادری میں سب سے بڑھ کر صاحب حیثیت تھے۔ اِسکے باوجود آپ مسکین طبع اور درویش مزاج انسان تھے۔ آپ نے زندگی بھر دنیوی اُمور میں نہ زیادہ دلچسپی لی اور نہ ہی اِن میں ملوث ہوئے۔ آپ بہت قانع تھے اور قناعت کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے دین کو دنیا پر صحیح معنوں میں مقدم کیا ہوا تھا۔ آپ احمدیت کے شیدائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معاملہ میں بہت حساس اور محتاط تھے۔ قرآن کریم میں آتا ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن ۔۶۱) اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہاری دعاؤں کا جواب دوں گا۔ میرے والد صاحب کا دعا پر بہت یقین تھا اور آپ بہت دعا گو بھی تھے۔ ہماری زمین کے اِردگرد خودرو جھاڑیوں کا ایک ریتلا صحرا تھا۔ خاکسار یہاں اپنے والد صاحب کی نیکی اور زہد وتقویٰ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔ میری مرحوم والدہ صاحبہ نے یہ واقعہ مجھے کئی دفعہ بتایا تھا۔ میرے والد صاحب نے اپنی آدھی سے زیادہ زمین مزارعین کو دے رکھی تھی۔ جب یہ مزارعین رات کو آبپاشی کیا کرتے تو آدھی رات کے بعد وہ کھیتوں کے نزدیک جھاڑیوں میں سے میرے والد صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے تھے۔ یہ مزارعین صبح ہونے پر اپنی بیویوں کو بتاتے کہ ہم رات کو جھاڑیوں میں سے چوہدری شیر محمد کی رونے کی آوازیں سنتے ہیں۔ مزارعین کی بیویاں میری والدہ صاحبہ سے پوچھتیں کہ کیا تمہارے گھر میں میاں بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہے؟ ہمارے خاوند ہمیں بتاتے ہیں کہ وہ اکثر رات کو جھاڑیوں میں سے چوہدری صاحب کی رونے کی آوازیں سنا کرتے ہیں۔ میری والدہ صاحبہ اُنہیں سمجھایا کرتی تھی کہ ہمارے گھر میں کوئی جھگڑا نہیں ہے اور الحمدللہ ہم بہت خوش ہیں۔ میرا خاوند خدا پرست انسان ہے اور آدھی رات کے بعد وہ باہر جا کر تنہائی میں اپنے ربّ کے حضور اِلتجائیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ مجھے علم ہے بلاشبہ ہم احمدیوں میں سے اکثریت کے والدین نیک ہونگے اور میرے محترم والد صاحب کی ایسی پاک زندگی میرے دعویٰ کیلئے شاید کسی کے واسطے کافی دلیل نہ ہو لیکن یہ بھی کبھی نہ بھولیں اور یہ کس طرح ممکن ہوگیا کہ ایسے دعا گو باپ کا سب سے چھوٹا بیٹا (جس کو وہ اپنی وفات کے وقت انسانوں کی بجائے اپنے خدا کے سپرد کر کے گیا ہو) بڑا ہو کر جھوٹی عزت اور شہرت کی خاطر خدا کے نام پر جھوٹ بولنا شروع کر دے؟

اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا:۔ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی اِلہامی پیشگوئی میں موعود زکی غلام کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ! اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا۔ پیشگوئی کے یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں آئندہ ظاہر ہونیوالا یہ موعود زکی غلام یقیناً یتیم ہوگا کیونکہ اللہ

تعالیٰ اپنے مبشر اِلہامی کلام میں ایسے الفاظ کسی یتیم بچے کے متعلق ہی فرمایا کرتا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ پیارے رسول سیّدالانبیاء حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق فرماتا ہے۔ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ (ضحیٰ۔۷) کیا اُس نے تجھے یتیم پا کر (اپنے زیرسایہ) جگہ نہیں دی۔ یہ عاجز چھ ماہ کا شیرخوار بچہ تھا جب میرے محترم والدصاحب اپنے شیرخوار بچے کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نگرانی میں دے کر اِس دارُالفنا سے دارُالبقا کی طرف کوچ کر گئے تھے۔محترم والدصاحب نے اِس عاجز کو اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں کیسے دیا؟ یہ واقعہ بھی میری مرحوم والدہ محترمہ غلام فاطمہ صاحبہ نے مجھے وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے کئی دفعہ بتایا تھا لیکن اِلٰہی انکشاف سے پہلے میں اِسے ہمیشہ ایک معمولی واقعہ سمجھتا رہا۔ یہ ضمنی واقعہ کچھ اِس طرح ہے۔میرے والدصاحب کی دو چھوٹی بہنیں تھیں۔جب میرے والدصاحب بسترِ مرگ پر تھے تو میری دونوں پھوپھیاں اپنے اَکلوتے بھائی کو ملنے کیلئے ہمارے گھر آئیں۔میرے والدصاحب کی وفات کے چند دن پہلے ایک دن میری دونوں پھوپھیاں اپنے بھائی کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔میری چھوٹی پھوپھی نے اس عاجز کو اپنی باہوں میں لے کر اپنے بیمار اور قریب المرگ بھائی سے بڑی دردبھری آواز میں کہا کہ بھائی آپکے دوسرے بچے تو کچھ بڑے ہیں لیکن عبدالغفار تو صرف چھ ماہ کا ہے۔آپ اِسے کس کے حوالے کر کے جا رہے ہیں؟ بسترِ مرگ پر پڑے ہوئے میرے والدصاحب نے جواباً خاموشی کیساتھ اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اُٹھا کر اشارتاً اُنہیں بتایا کہ میں نے اس شیرخوار بچے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے۔واضح ہو کہ بالعموم ہر فوت ہونیوالا وجود اپنے اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ کے حوالے ہی کر کے جاتا ہے اور پھر یہ بھی کہ بلاشبہ میری طرح جماعت احمدیہ میں بہت سارے بچے یتیم ہوئے ہونگے حتیٰ کہ بہت سارے ایسے احمدی بھی ہوں گے جو پیدائشی یتیم ہونگے۔لیکن سوال ہے کہ اس وقت جماعت احمدیہ میں کوئی ایسا احمدی ہے جس کے والد نے مرتے وقت اُسے میری طرح بطور خاص اللہ تعالیٰ کے حوالہ کیا ہو؟ مجھے یقین ہے شاید میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہوگا اور اس طرح جب میں وسط دسمبر ۱۹۸۳ء سے پہلے کی اپنی سابقہ زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو بلاشبہ اِلہامی پیشگوئی میں مذکورہ اِلہامی الفاظ ''اور خدا کا سایہ اُسکے سر پر ہوگا'' کے مطابق میری زندگی اللہ تعالیٰ کے زیرسایہ ہی میں گزری ہے۔

خاکسار کا ننھیالی خاندان:۔ ہمارا ننھیالی خاندان بھی چک لوہٹ میں ہی آباد تھا۔ہمارے نانا جان کا نام بھی چوہدری شیر محمد لوہٹ اور نانی جان کا نام زینب تھا۔ہمارے نانا جان کے چار بچے تھے۔سب سے بڑا لڑکا چھوٹی عمر میں ہی سیلابی پانی میں ڈوب کر فوت ہوگیا تھا۔ اُس سے چھوٹی ہماری خالہ نور بی بی تھی۔اسکے بعد ہمارے ماموں جان چوہدری غلام قادر صاحب لوہٹ اور سب سے چھوٹی ہماری والدہ محترمہ غلام فاطمہ تھی۔ ہمارے ماموں جسمانی طور پر بہت مضبوط اور کھلاڑی تھے لہٰذا چک لوہٹ میں آپکا بہت رُعب اور دبدبہ تھا۔آپ کاشتکاری کیساتھ ساتھ تجارت بھی کیا کرتے تھے۔خاکسار کے والدصاحب شرافت کا پیکر ہوتے ہوئے ایک مذہبی مزاج کے انسان تھے لہٰذا آپ دنیاداری اور دنیاوی جھگڑوں سے کوسوں دور رہتے تھے۔میرے والدصاحب کا نہ کوئی حقیقی بھائی تھا اور نہ ہی کوئی چچیرا بھائی۔ اور اس طرح آپ اکیلے تھے۔چک لوہٹ میں میرے والدصاحب کو اپنے برادر نسبتی یعنی ہمارے ماموں چوہدری غلام قادر صاحب لوہٹ کی وجہ سے بہت تحفظ حاصل تھا۔تقسیم ہند کے بعد لگ بھگ ۱۹۵۰ء میں ہمارے ماموں جان کو تپ دق (tuberculosis) کی

بیماری لاحق ہوگئی۔ایک تو اُس زمانے میں آجکل کی طرح تپ دق کا کوئی مؤثر (effective) علاج نہیں تھا اور دوسرا ہجرت کی افراتفری میں ماموں جان اپنی بیماری کی طرف مناسب (proper) توجہ نہ کر سکے۔لہٰذا آپ بھرپور جوانی یعنی کوئی ۳۵ یا ۳۶ سالہ کی عمر میں ہی احمدنگر میں انتقال فرما گئے۔ہمارے نانا جان بہت فدائی احمدی تھے اور جلسہ سالانہ میں شمولیت کیلئے چک لوہٹ سے قادیان پیدل جایا کرتے تھے۔تقسیم ہند سے تھوڑا سا پہلے چک لوہٹ میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

نانی جان زینب کی خدمت کا موقعہ ملنا ہماری خوش نصیبی تھی:۔ ماموں جان کی وفات کے بعد میرے والد صاحب ہماری نانی جان کو اپنے گھر لے آئے۔بعدازاں والد صاحب تو جلدی فوت ہو گئے اور نانی جان ۱۹۶۴ء میں ہمارے ڈیرے پر ہی فوت ہوئی تھی۔ ہماری نانی جان کچھ تو غصیلی تھی اور کچھ اپنے جوان بیٹے کی وفات کی وجہ سے چڑچڑی ہوگئی تھی۔حقہ پیتی تھی اور دودھ بھی ضرور پیتی تھی۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اگر ہمارے گھر میں دودھ دینے والا کوئی جانور نہیں ہوتا تھا تو پھر ہم اپنی نانی جان کیلئے کوئی بکری رکھ لیا کرتے تھے۔ جب کبھی حقہ تازہ کرنے یا دودھ دینے میں کبھی ہماری والدہ صاحبہ سے دیر سویر ہوجاتی تو نانی جان ناراض ہوجایا کرتی تھی۔اور پھر ہماری والدہ صاحبہ کے منانے سے بھی اُنکا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا کرتا تھا۔اور بعض اوقات پھر رُوٹھ کر غصہ میں مجھے ساتھ لے کر اور بکری کو پکڑ کر ڈاور میں ہمارے مکان میں چلی جایا کرتی تھی۔ایک دفعہ اسی طرح نانی جان رُوٹھ کر مجھے ساتھ لے کر اکیلی ڈاور آ گئی۔میں کافی چھوٹا ہوتا تھا۔ ڈاور آ کر چولہے پر روٹیاں پکانے لگی۔میری نانی کی نظر بہت کمزور ہوگئی تھی۔چولہے پر توا اُلٹا ڈال دیا اور اُس پر روٹی ڈال کر پکانے لگی۔ اتنے میں میری والدہ پیچھے سے آ گئی۔اور میری والدہ نے دیکھا کہ اُسکی والدہ (ہماری نانی جان) تو اُلٹے توے پر روٹی ڈال کر روٹی پکا رہی ہے۔پھر والدہ صاحبہ نانی جان کی منت سماجت کر کے اُنہیں سمجھا بجھا کر واپس ڈیرے لے آئی۔آخری عمر میں بہت ضعیف ہوگئی تھی۔وہ ایک چھپر میں سویا کرتی تھیں۔رات سونے سے پہلے ہم نانی جان کا حقہ تازہ کر کے اُسکے پاس رکھ دیا کرتے تھے۔ایک دفعہ حقہ پیتے پیتے اُنکی رضائی کو آگ لگ گئی۔اُنہیں نظر نہ آیا۔جب دھواں زیادہ ہوگیا تو نانی جان نے آوازیں دیں تو ہم سب نے جا کر دیکھا تو نانی جان کی رضائی کو آگ لگی ہوئی تھی اور اُنہیں علم ہی نہ ہوا۔میرے بڑے بھائیوں نے جلدی جلدی آگ کو بجھا دیا۔میری نانی جان اپنی بیٹی یعنی ہماری والدہ صاحبہ اور اُسکے بچوں سے بہت خوش تھی۔میں چھوٹا تھا لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہماری نانی جان ہماری والدہ صاحبہ اور اُسکے بچوں کو بہت دعائیں دیا کرتی تھی۔کہا کرتی تھی کہ اے میری بیٹی تیری اولاد پر اللہ تعالیٰ رحمتوں کی بارشیں برسائے۔آپ موصیہ تھیں ۔وفات کے وقت آپکی وصیت کا کچھ تھوڑا سا بقایا تھا۔ہم بہت غریب تھے اور ہمارے ماموں جان فوت ہو گئے تھے۔نانی جان کی وصیت کا جو بقایا تھا وہ ہم سے ادا نہ ہوسکا لہٰذا اِسی وجہ سے وفات کے بعد آپکی تدفین ڈاور کے قبرستان میں کی گئی تھی۔

میرے ماموں جان کی دو بیویاں تھیں۔بڑی بیوی زینب کے بطن سے آپکی ایک سلامت نامی بیٹی تھی۔دوسری بیوی سے بھی آپکے دو بچے تھے۔بڑا لڑکا محمود احمد اور چھوٹی لڑکی حمیدہ بی بی تھی۔محمود احمد ہمارے چھوٹے بہنوئی تھے اور وہ ۲۰۰۱ء میں فوت ہو گئے تھے۔حمیدہ بی بی بھی دو سال پہلے فوت ہوئی ہے۔وفات سے پہلے ہمارے ماموں جان نے اپنی بیوی زینب اور اپنی بہن یعنی خاکسار کی والدہ محترمہ کو

اپنے پاس بٹھا کر اپنی بیوی کو نصیحت کی تھی کہ میں اپنی بیٹی سلامت کا رشتہ اپنی بہن غلام فاطمہ کے بڑے بیٹے عبدالسلام کیساتھ طے کر رہا ہوں۔ میری وفات کے بعد تو نے میری بیٹی کے رشتہ کے حوالہ سے میرے فیصلے اور میری وصیت میں کوئی اَدل بدل نہیں کرنی اور اگر میری وفات کے بعد تو نے ایسا کیا تو میں قیامت کے دن آپ سے اس ظلم کا حساب لوں گا۔ ہماری ممانی صاحبہ نے اپنے خاوند یعنی ہمارے ماموں جان سے وعدہ کیا کہ وہ اُنکی بیٹی کی شادی اُنکے فیصلے اور وصیت کے مطابق کرے گی۔

ماموں جان کی وفات کے بعد ہماری ممانی صاحبہ کی دھوکہ دہی:۔ ہمارے ماموں کی وفات کے بعد ہماری سابقہ ممانی زینب صاحبہ نے دوسری شادی کر لی۔ ماموں جان کی وفات کے بعد ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں نے (میری والدہ اور والد صاحب کو بتائے بغیر) سلامت بی بی کے رشتہ کے حوالہ سے ہمارے ماموں جان کے فیصلے اور وصیت کو پس پشت پھینک کر اُس کا رشتہ ممانی صاحبہ کے ایک بھائی امام دین کے بیٹے مبارک احمد کیساتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ماموں جان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد میری والدہ اور میرے والد صاحب ہمارے ماموں جان کی وصیت کے مطابق سلامت بی بی کا رشتہ مانگنے کیلئے ہماری سابقہ ممانی صاحبہ کے پاس احمد نگر گئے تو ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں نے میری والدہ صاحبہ اور میرے والد صاحب کو کہا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم سلامت بی بی کے رشتہ کے حوالہ سے اپنے مرحوم بہنوئی چوہدری غلام قادر لوہٹ صاحب کے فیصلے اور وصیت کو ختم (cancels) کرتے ہیں۔ ثانیاً۔ آپ سلامت بی بی کا رشتہ ہم سے مانگیں تب ہم دیں گے۔ ثالثاً۔ یہ کہ دس سال سے پہلے ہم سلامت بی بی کی شادی نہیں کریں گے۔۔۔ قارئین کرام:۔ کیا اِسے ہی نہیں کہتے کہ مرے کو ماریں شاہ مدار؟؟

اَمر واقع یہ تھا کہ ہمارے ماموں جان کی وفات کے بعد آپکی بیٹی سلامت بی بی کے رشتہ کے معاملہ میں یہ لوگ بے ایمان ہو چکے تھے۔ لہٰذا اُنکے یہ سارے مطالبے اور شرائط دراصل اُنکی فریب کاریاں اور مکاریاں تھیں۔ اِن لوگوں کا خیال تھا کہ اولاً تو چوہدری غلام قادر صاحب کی بہن اور بہنوئی سلامت بی بی کے رشتہ کے حوالہ سے ہماری شرائط سن کر خود ہی ہمیں جواب دے دیں گے۔ لیکن اگر اِنہوں نے سلامت بی بی کے رشتہ کے سلسلہ میں اصرار کیا تو ہم زبانی کلامی رشتہ کے بارے میں ہاں کر دیں گے۔ دَس سال تک ہمارا لڑکا مبارک احمد اپنی پڑھائی ختم کر کے ملازم ہو جائے گا تو پھر اِنہیں جواب دے کر سلامت بی بی کا رشتہ اپنے بیٹے سے کر دیں گے۔ اِس زمانے میں عارضی طور پر جامعہ احمدیہ احمد نگر میں ہوتا تھا۔ مولوی اللہ دتہ صاحب (بعد ازاں ابوالعطاء) غالباً جامعہ احمدیہ کے پرنسپل ہوا کرتے تھے۔ میری والدہ صاحبہ اپنی بھانجی سلامت بی بی کے رشتہ کے حوالہ سے اپنے مرحوم بھائی کی وصیت اور اپنی بھابی اور اُسکے بھائیوں کی دھوکہ دہی کی شکایت لے کر مولوی صاحب کے پاس گئیں اور اُنہیں سارا ماجرا کہہ سنایا۔ مولوی صاحب نے سارا ماجرا سن کر میری والدہ صاحبہ سے کہا کہ بہن تو صبر کر۔ جن لوگوں نے تمہارے بھائی کی وصیت کی تذلیل کی ہے قیامت کے دن تیرے بھائی کا ہاتھ اُنکے گریبانوں میں ہوگا اور اُنہیں اپنے کیے کا حساب دینا پڑے گا۔

میری والدہ صاحبہ اور میرے والد صاحب نے ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں کے مذکورہ بالا مطالبوں اور شرائط کے جواب میں اُنہیں کہا کہ

ہم اپنے بیٹے عبدالسلام سے پوچھیں گے اور اگر آپکی شرائط اُسے منظور ہوئیں تو پھر اُسکے جواب سے آپ کو مطلع کر دیں گے۔ میری والدہ اور میرے والد صاحب نے گھر واپس آ کر ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں کے مطالبے اور شرائط اپنے بیٹے کے گوش گزار دیئے۔ اور اُس سے پوچھا کہ تمہارا کیا جواب ہے؟ میرے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب نے اپنی والدہ اور اپنے والد صاحب کو دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ اگر ممانی صاحبہ اپنی بیٹی سلامت کا رشتہ ہمارے ماموں جان کے فیصلے اور وصیت کے مطابق ہمیں دے تو میں دس سال چھوڑ بیس سال تک بھی سلامت بی بی کا انتظار کروں گا۔ لیکن اگر ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائی میرے ماموں جان کے فیصلے اور وصیت کو ختم کر کے آج بھی مجھے یہ رشتہ دینا چاہیں تو میں یہ رشتہ آج بھی لینے کیلئے تیار نہیں ہوں۔ میری ماں نے احمد نگر جا کر اپنی سابقہ بھابی زینب کو اپنے بیٹے کا یہ فیصلہ سُنا دیا اور اس طرح سلامت بی بی کے رشتے کا معاملہ ختم ہو گیا۔

میں اپنے احمدی بھائیوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ اور اُسکے پاک نبی ﷺ اور اُسکے امام مہدی و مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمدؑ کی یہی تعلیم ہے کہ تم اپنے مردہ بھائیوں کی وصیتوں کی اِس طرح تذلیل کیا کرو؟ اور اگر اللہ تعالیٰ، نبی پاک ﷺ اور حضرت مرزا صاحبؑ کی ایسی تعلیم نہیں ہے تو پھر یہ کیسے احمدی مسلمان تھے جو ایک مرحوم باپ کی بیٹی کے سلسلہ میں اُسکی وصیت کی دھجیاں اُڑاتے پھر رہے تھے؟ کیا ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں نے مرحوم چوہدری غلام قادر صاحب کی وصیت کی تذلیل کر کے مرحوم پر ظلم نہیں کیا تھا؟ کیا ہماری ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں نے سلامت بی بی کے رشتہ کے سلسلہ میں چوہدری غلام قادر صاحب کی وصیت کی تذلیل کر کے اور اُسے ختم کر کے مرحوم کی بہن یعنی ہماری والدہ صاحبہ پر بھی ظلم نہیں کیا تھا؟؟

ممانی صاحبہ اور اُسکے بھائیوں کی دھوکہ دہی کے بعد پھر مکافاتِ عمل کا نتیجہ:۔ سُنتے ہیں کہ جب ایک مظلوم کی دادرسی دنیا میں نہیں ہوتی تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے مظلوم بندوں کا بدلہ لے لیا کرتا ہے۔ آگے دیکھئے کہ ایک مظلوم بہن کی بھانجی کے متعلق پھر اللہ تعالیٰ کی کیا تقدیر ظاہر ہوتی ہے؟ ممانی صاحبہ کے بھتیجے مبارک احمد (جس کی خاطر اُس نے اپنے مرحوم خاوند کی وصیت کو خاک میں ملایا تھا) نے ایم اے کر کے بلوچستان کی کسی یونیورسٹی میں بطور لیکچرار جاب (job) شروع کر دیا۔ پھر ممانی صاحبہ نے اپنی بیٹی سلامت بی بی کی بڑی دھوم دھام کیساتھ شادی کی۔ شادی کی خوشیاں ابھی پوری نہیں ہوئی تھیں کہ مبارک احمد کو بلڈ کینسر (blood cancer) ہو گیا اور وہ اپنے ہونے والے بچے کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گیا۔ مبارک احمد کی وفات کے بعد ہماری سابقہ ممانی صاحبہ نے سلامت کے متعلق ہماری والدہ صاحبہ سے کہا کہ آپ اِسے اپنے گھر لے جائیں یعنی اپنے چھوٹے بیٹے (خاکسار) کے ساتھ شادی کر دیں۔ ۱۹۶۸ء میں خاکسار کی عمر چودہ سال تھی اور میں آٹھویں کلاس کا طالبعلم تھا۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ نے اپنی سابقہ بھابی سے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ ابھی میرا چھوٹا بیٹا پڑھتا ہے اور اُسکی عمر بھی بہت کم ہے۔ اپنے خاوند کی وفات کے بعد پھر سلامت بی بی دھکے کھاتی پھرتی رہی۔ اب چند سال پہلے چک ۹۳ ٹی ڈی اے میں اُسکے اکلوتے بیٹے طارق کو بھی کسی نے قتل کر دیا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اُسے صبر دے آمین۔ قارئین کرام۔ یہ دنیا اور یہ کائنات اللہ کی ملکیت ہے لیکن کچھ لوگ ناسمجھی اور تکبر میں اِس دنیا میں فرعون کی طرح خدا بن بیٹھتے ہیں

اور پھر ایسے خودساختہ خداؤں کو اللہ تعالیٰ خاک میں ملا دیتا ہے۔۔۔سچ ہے کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔

ملّاں سماعیل کی بھینسوں کا فتنہ:۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے والد صاحب نے اپنے بچوں کی تعلیم کیلئے تقسیم ہند سے چند سال پیشتر لاعلمی میں شہر لدھیانہ میں ایک دومنزلہ پختہ مکان خرید اتھا۔اور پھر پارٹیشن کے وقت ۱۹۴۷ء میں ہمارے والد صاحب اپنا سب کچھ ہندوستان میں چھوڑ چھاڑ کر پاکستان آ گئے تھے۔میرے والد صاحب نے زرعی زمین کے کلیم (claim) کیساتھ شہر لدھیانہ میں خریدے گئے مکان کا کلیم بھی داخل کروادیا تھا۔ہماری خوش قسمتی کہ ہمارے مکان کا کلیم جلد منظور ہو گیا اور اس طرح ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ حکومت پاکستان نے میرے والد صاحب کو ہمارے مکان کے عوض پانچ ہزار روپے دیئے۔یہ اُس زمانے کی بات ہے جب آج کا ایک ہزار روپیہ اُس زمانے کے ایک روپیہ کے برابر ہوتا تھا۔ہمارے کسی رشتہ دار نے اِن پیسوں کی خبر مرزا حنیف احمد ابن المصلح الموعود کو دے دی۔وہ سائیکل پر سوار ہمارے والد صاحب کے پاس ہمارے ڈیرے چاہ وکیل والا پر پہنچ گئے۔مرزا حنیف احمد نے میرے والد صاحب سے کہا کہ چوہدری صاحب آپکے پاس کافی پیسے ہیں۔آئیں ہم دونوں کاروبار کرتے ہیں۔میرے والد صاحب سمجھتے تھے کہ مرزا حنیف احمد میرے پیرا لمصلح الموعود کا بیٹا ہے۔اور میں اپنے پیر کے بیٹے کیساتھ کس طرح کاروبار کرسکتا ہوں؟ میرے والد صاحب نے کسی طریقے سے مرزا حنیف احمد سے جان چھڑالی لیکن اپنے ایک غیر احمدی رشتہ دار کے ہاتھوں دھوکہ کھا گئے۔میرے والد صاحب کے ماموں کا ایک بیٹا تھا۔اُس کا نام محمد اسماعیل تھا۔لیکن چونکہ اُسکی بڑی بڑی داڑھی تھی لہٰذا لوگ اُسے ملّاں سماعیل کے نام سے پکارتے تھے۔اُس نے ۱۹۵۲ء یا ۱۹۵۳ء میں جلدی واپس لوٹانے کا وعدہ کر کے ہمارے والد صاحب سے بطور قرض ڈیڑھ دو ہزار روپے لے لیے۔میرے والد صاحب کے ماموں کا یہ بیٹا ایک فراڈی ملّاں تھا۔والد صاحب اُس سے پیسے مانگتے رہے اور وہ آج دیتا ہوں کل دیتا ہوں کے بہانے کرتا رہا۔حتیٰ کہ میری پیدائش کے بعد ہمارے والد صاحب بیمار ہو گئے۔بیماری دن بدن بڑھتی گئی لیکن ملّاں سماعیل ہمارے والد صاحب کے آگے پیسوں کے حوالہ سے ٹال مٹول کرتا رہا۔اور اس طرح اُس نے ہمارا قرض واپس نہ کیا۔ہمارے والد صاحب ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کو اس دارفانی سے کوچ کر گئے اور اب وہ پرانے بہشتی مقبرہ ربوہ میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

والد صاحب اپنی زندگی میں میرے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب کی شادی کر گئے تھے لیکن اُنہیں اپنی زندگی میں اپنا کوئی پوتا یا پوتی دیکھنی نصیب نہ ہوئی۔والد صاحب کی وفات کے وقت بڑے بھائی عبدالسلام کی عمر ۱۶ سال تھی۔بڑے سے چھوٹے بھائی عبدالستار کی عمر ۱۳ سال تھی۔بڑی بہن امتہ الغفور ۶ سال کی تھی اور چھوٹی بہن امتہ الشکور ۳ سال کی تھی اور خاکسار چھ ماہ کا شیر خوار بچہ تھا۔والد صاحب کی وفات کے چند ماہ بعد میرا بھتیجا محمد اسلم پیدا ہوا تھا۔جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ مرحوم والد صاحب کی زرعی زمین تو کافی تھی لیکن نہری پانی بہت کم تھا۔زمین کے کافی ہونے سے میری مراد ہے کہ اگر زمین کیلئے پورا پانی ہوتا تو ہماری فیملی کی اچھی گزر بسر ہوسکتی تھی۔والد صاحب کی وفات کے بعد ایک تو والد صاحب کی بیماری کے علاج معالجے کا بہت قرض ہم پر چڑھ گیا تھا اور دوسرے زرعی زمین کیلئے مناسب پانی نہ ہونے کی وجہ سے ہم غربت کی چکی میں پس رہے تھے یا میں کہہ سکتا ہوں کہ والد صاحب کی وفات کے بعد غربت نے ہم پر ہلہ بول دیا۔

ملّاں سماعیل تحصیل سمندری میں لہراں نامی گاؤں میں رہتا تھا۔ میرے بڑے بھائی اُنکے پاس پیسوں کی واپسی کیلئے جاتے تھے لیکن ملّاں صاحب آگے سے ٹال مٹول کر دیا کرتا تھا۔ اسی طرح سال پر سال گزر گئے۔ دراصل ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد ملّاں سماعیل قرض واپس کرنے کے حوالہ سے بدنیت ہو چکا تھا۔

قارئین کرام:۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ڈاور کی ہماری جنبہ برادری ملّاں سماعیل کو کہتی کہ آپکے پھوپھی کے بیٹے چوہدری شیر محمد صاحب نے آپ کو قرض دے کر آپکے مشکل وقت میں آپکی مدد کی تھی۔ شیر محمد کی وفات کے بعد اب اُسکے بچے بہت غریب ہیں اور تم اُن غریب بچوں کے پیسے واپس کر دو لیکن ہوا یہ کہ جب ملّاں سماعیل ڈاور میں ہماری جنبہ برادری کے پاس آتا تو شفیع محمد (جو بظاہر ہمارا ہمدرد بنا ہوا تھا) اُسکی خوب خاطر تواضع کرتا اور اُسے دلیری دیتا کہ تم اِنکے پیسے نہ واپس کرنا۔ یہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ حتیٰ کہ آہستہ آہستہ ملّاں سماعیل نے ڈاوریوں کی شہ پر میرے بھائیوں کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے تمہیں پیسے تو کیا دینے ہیں؟ میرا تو تمہاری زمین میں بھی حصہ ہے۔ میں نے تو ابھی تم سے وہ زمین بھی لینی ہے۔ ملّاں سماعیل کا ہماری زمین میں کوئی حصہ نہیں تھا لیکن چونکہ وہ ہماری دادی کا بھتیجا تھا لہٰذا وہ ڈاوریوں کی شہ پر میرے بھائیوں کو اِس قسم کے ڈراوے دیا کرتا تھا تا کہ وہ مرعوب ہو کر اُس سے اپنے پیسے مانگنے چھوڑ دیں۔ میں یہاں اپنے قاری سے پوچھتا ہوں کہ کوئی انسان کسی رشتہ دار سے کیا نیکی کرے؟ بعض قریبی رشتہ داروں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ نیکی کرنیوالے سے اس طرح پیش آتے ہیں کہ جس سے نیکی برباد اور گناہ لازم والی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ملّاں سماعیل نے ہمیں پیسے واپس کرنے کی بجائے ڈاوریوں کی شہ اور دلیری پر ہمارے پیسوں کیساتھ بھینسوں کی خرید و فروخت کا کاروبار شروع کر دیا۔ وہ ڈاور آتا اور ہماری برادری کے مخالف لوگ اُسکی خوب آؤ بھگت کرتے اور اُسے بھینسیں خرید کر دیتے اور وہ لائل پور جا کر بھینسیں فروخت کر کے نفع کماتا۔ غالباً نومبر یا دسمبر ۱۹۵۹ء کی بات ہے کہ ملّاں سماعیل ہماری برادری کے لوگوں کے پاس ڈاور آیا اور اُنہوں نے اُسے دو (۲) بھینسیں خرید کر دیں۔ میرے بھائیوں کو بھی پتہ چل گیا کہ ملّاں صاحب ڈاور سے بھینسیں خرید کر فروخت کرنے کیلئے لائل پور لے جا رہا ہے۔ اس وقت میرے دونوں بھائیوں کی عمریں بالترتیب ۲۱ اور ۱۸ سال تھیں۔ دونوں بھائیوں نے ماں سے مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ کیا کہ ملّاں صاحب سے جا کر کہتے ہیں کہ یا تو ہمارے پیسے واپس کر دے اور یا پھر ہمیں بھینسیں دے دو۔

جس دن ملّاں صاحب نے بھینسیں لے کر جانا تھا اِس دن اور وقت کی خبر کسی مخبر نے میرے بھائیوں کو دے دی۔ ملّاں سماعیل اور شفیع محمد کا چھوٹا بھائی محمد حسین جو رشتہ میں ہمارا چچا لگتا تھا دونوں بھینسیں لے کر ڈاور سے ربوہ کی طرف چل پڑے۔ اِدھر میرے دونوں بھائی اور ہمارا رشتے کا ایک بھائی محمد قاسم عرف کاسب بھی ڈیرے سے چل پڑے۔ جب میرے بھائی ڈاور کے قریب پہنچے تو ہمارا رشتے کا یہ بھائی کاسب انہیں چھوڑ کر ہماری مخالف برادری سے جا ملا۔ بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ اگر کاسب بھائی ہوتا تو کبھی مخالفوں سے جا کر نہ ملتا۔ ربوہ سے جو سڑک ڈاور کی طرف آتی ہے اس سڑک پر ربوہ اور ڈاور کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی بنام ''ونوٹی والا'' ہے۔ ونوٹی والا سے ربوہ کی طرف تھوڑی دور جا کر سڑک پر قریباً ۲۵ فٹ گہرا اور دو سو فٹ چوڑا گڑھا آ جاتا ہے۔ اور ہر سال سیلاب کا پانی اس گڑھے سے گزرتا ہے۔

اور یہ گڑھا آج بھی موجود ہے لیکن اب اس گڑھے پر پختہ پُل بنا دیا گیا ہے۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی کو سمجھا دیا کہ تم میرے پیچھے ذرا فاصلے پر رہنا لیکن جب ملّاں سماعیل بھینسیں لے کر گڑھے میں داخل ہو جائے تو تم جلدی سے میرے پیچھے آ جانا۔ جب ملّاں سماعیل اور محمد حسین بھینسیں لے کر گڑھے میں داخل ہوئے تو پیچھے سے میرا بڑا بھائی عبدالسلام بھی تیز رفتاری کیساتھ گڑھے میں داخل ہو گیا۔ جب گڑھے کے درمیان پہنچے تو بھائی عبدالسلام نے ملّاں سماعیل کو آواز دی کہ ذرا ٹھہرو۔ اتنے میں چھوٹا بھائی عبدالستار بھی بڑے بھائی کیساتھ آ کر مل گیا۔ اب گڑھے کے درمیان میں ملّاں سماعیل اور محمد حسین بمعہ بھینسیں کھڑے تھے اور دوسری طرف دونوں بھائی کھڑے تھے۔ بڑے بھائی نے ملّاں سماعیل سے کہا کہ تو نے ہمارے والد صاحب سے اُدھار پیسے لیے ہوئے ہیں۔ اب ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد تو ہمارے پیسے دینے سے مکر گیا ہے۔ اس وقت یا تو ہمارے پیسے دیدے یا پھر دونوں بھینسیں دیدے۔ ہمارے پیسے دے جانا اور اپنی بھینسیں لے جانا۔ اور اگر لڑنا ہے تو بھی دیکھ لیں۔ تم بھی دو ہو اور ہم بھی دو ہیں۔ ملّاں سماعیل اور محمد حسین نے تھوڑی دیر سوچ کر دونوں بھینسوں کے رَسے میرے بڑے بھائی کو پکڑا دیئے اور خود ربوہ کی طرف چل پڑے۔ بڑے بھائی نے بھینسیں چھوٹے بھائی کو دیکر نصیحت کی کہ سیدھا اپنے ڈیرے کی طرف جانا اور خود ملّاں سماعیل اور محمد حسین کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ ربوہ کے قریب جا کر بھائی عبدالسلام واپس مڑنے لگا تو ملّاں سماعیل نے بھائی سے پوچھا کہ تو واپس کیوں جا رہا ہے؟ بھائی نے اُسے جواب دیا کہ میرا آگے کیا کام ہے؟ ملّاں سماعیل اور محمد حسین آگے چلے گئے۔ جب ڈاور میں ہماری برادری کو پتہ چلا کہ سلام اور ستار نے ملّاں سماعیل اور محمد حسین سے بھینسیں چھین لی ہیں تو محمد حسین کا بڑا بھائی شفیع محمد بڑا آپے سے باہر ہوتا پھرے۔ دراصل اس شخص نے ہی ہمارے والد صاحب کے کزن کو گمراہ کر کے اُسے پیسے دینے سے انکار کروایا تھا۔ یہ کہنے لگا کہ میں ابھی سلام اور ستار کے ڈیرے پر جا کر بھینسیں واپس لے آؤنگا۔ اُسکے چھوٹے بھائی محمد حسین نے اُسے کہا کہ جو لڑکے ہم سے بھینسیں چھین کر لے آئے ہیں وہ آپ کو بھینسیں کبھی نہیں دیں گے۔ اور اگر تو زیادہ تینگڑ یا تو وہ تیرا سر اُتار دیں گے۔ اور اس طرح شفیع صاحب بھی ٹھنڈا ہو کر بیٹھ گیا۔

ملّاں صاحب نے گھر جا کر اپنے علاقے کے ایک بڑے جاگیردار سیّد سے یہ کہہ کر کہ میں ڈاور سے بھینسیں لے کر آ رہا تھا کہ راستے میں ڈاکوؤں نے مجھ سے یہ بھینسیں چھین لی ہیں، تھانہ لالیاں کے تھانیدار کیلئے ایک سفارشی رقعہ بنوایا۔ چند دنوں کے بعد ملّاں صاحب سیّد صاحب کا یہ سفارشی رقعہ لے کر لالیاں تھانہ میں پہنچ گیا۔ ملّاں تھانیدار کو سیّد صاحب کا سفارشی رقعہ دے کر کہنے لگا کہ ڈاکوؤں نے مجھ سے راستے میں بھینسیں چھین لی ہیں۔ آپ اُنکے خلاف پرچہ کاٹیں۔ تھانیدار نے کہا کہ میں نے سیّد صاحب کا رقعہ پڑھ لیا ہے اور آپکی بات بھی سن لی ہے۔ لیکن پھر بھی موقعہ دیکھے بغیر میں پرچہ نہیں کاٹ سکتا۔ تھانیدار نے اپنے ساتھ دو چار سپاہی لیے اور ملّاں سماعیل کیساتھ بذریعہ تانگہ ڈاور پہنچ گیا۔ جب گاؤں کے نمبردار کو پتہ چلا کہ میرے گاؤں میں پولیس آئی ہے تو اس نے پرائمری سکول کے آگے گراونڈ میں میز کرسی اور چارپائیاں لگوا دیں۔ پولیس کا عملہ وہاں بیٹھ گیا اور گاؤں کے لوگ وہاں اَکھٹے ہونے شروع ہو گئے۔ اِدھر میرے بھائیوں کو بھی ڈیرے پر پولیس کی آمد کا پتہ چل گیا۔ لیکن میری ماں نے میرے بھائیوں کو تسلی دی اور کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ آپ نے کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا بلکہ

اپنا حق لینے کیلئے یہ بھینسیں چھینی ہیں۔ ماں کی دُعا اور حوصلہ دینے سے بھائیوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ ہمارا ڈیرہ ڈاور سے دو کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ جب تھانیدار نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ڈیرے پر جا کر سلام اور ستار کو بمعہ بھینسیں لے کر آؤ تو سپاہی ڈیرے پر جانے سے گھبرانے لگے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ سلام اور ستار جنہوں نے دن دہاڑے بھینسیں چھین لی ہیں پتہ نہیں کتنے خطرناک ڈاکو ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ وہ ہمیں بھی ڈیرے پر ماریں۔ بہرحال ہماری برادری کے چند آدمیوں کو ساتھ لے کر وہ سپاہی ہمارے ڈیرے پر پہنچ گئے۔ ایک سپاہی نے حویلی کے باہر سے آواز دی کہ سلام۔ جواب میں میرے بھائی نے کہا حاضر جناب۔ پھر آواز لگائی ستار۔ ستار نے بھی کہا کہ حاضر جناب۔ سپاہیوں نے کہا کہ بھینسوں کو لے کر ڈاور چلو۔ دونوں بھائی بھینسوں کے رَسے بھینسوں کے گلے میں ڈال کر سپاہیوں کے آگے آگے ڈاور کی طرف چل پڑے۔ دونوں سپاہی آپس میں باتیں کرنے لگے کہ یہ ڈاکو تو بہت شریف اور مہذب معلوم ہوتے ہیں۔ ہم سے کوئی بدتمیزی نہیں کی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں وہ سب کچھ بڑی فرمانبرداری کیساتھ کرتے چلے جا رہے ہیں۔

میری ماں مجھے اور مجھ سے تین سال بڑی بہن کو لے کر اس اُنبوہ کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں اپنی ماں کے آگے آگے سبز گندم کے خوشوں کیساتھ ہاتھ مار مار کر کھیلتا اور بھاگتا جا رہا تھا۔ مجھ کو معلوم نہیں تھا کہ اس وقت ہماری فیملی کتنے بڑے اِبتلاء میں داخل ہے؟ جب ہم ماں کیساتھ ڈاور پہنچے تو دیکھا کہ ہماری ساری برادری بغلیں بجا رہی تھی۔ ڈاور سے سکول کی طرف ایک بہت بڑا برگد (بَڑ) کا درخت تھا۔ میں اپنی ماں کا ہاتھ پکڑے اس درخت کے پاس سے گزر رہا تھا کہ بشیر ولد دارا نامی آدمی اپنا کوئی بچہ اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے اونچی اونچی آواز میں بڑی خوشی کیساتھ کہتا جا رہا تھا کہ ''اَج شیر ودے مُنڈے بَوڑھ تے ٹنگ ہون گے'' یعنی آج شیر محمد کے لڑکے برگد کے درخت پر لٹکائے جائیں گے۔ بچپن میں سنے ہوئے یہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اِس وقت ڈاور میں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہمارے ساتھ کوئی نہیں تھا۔ ڈاور کا ایک لوکل غیر احمدی زمیندار ملک علی محمد (اَلّی) کھوکھر مرحوم واحد ایک شخص تھا جس نے میرے بڑے بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ لڑکے گھبرانا نہیں۔ دلیری اور جرأت کیساتھ بیان دینا۔ بہرحال سکول کے آگے میدان میں ڈیرہ لگ گیا۔ تھانیدار کرسی پر بیٹھا تھا۔ بھینسیں وہاں باندھ دی گئیں۔ میرے دونوں بھائی تھانیدار کے آگے زمین پر بیٹھ گئے۔ تھانیدار نے میرے بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ لڑکو چارپائی پر بیٹھو۔ ابھی تم ملزم ہو۔ جب تم مجرم ثابت ہو گئے تو پھر میں خود ہی تمہیں نیچے بٹھا دونگا۔

تھانیدار صاحب نے میرے بڑے بھائی سے کہا کہ سچ سچ بتاؤ کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ بھائی عبدالسلام نے الف سے لے کر ے تک ساری کہانی سچ سچ بتا دی۔ بھائی نے کہا کہ یہ ملّاں سماعیل ہمارے والد صاحب کے سگے ماموں کا بیٹا ہے۔ تقسیم ہند سے پہلے لدھیانہ شہر میں ہمارا ایک بہت اچھا پختہ مکان تھا۔ تقسیم ہند کے بعد ہم پاکستان آ گئے۔ بعد ازاں والد صاحب نے اس مکان کا کلیم جمع کروا دیا تو حکومت نے ہمیں اس مکان کے بدل میں پانچ ہزار روپے دیئے۔ جب اس یعنی ملّاں سماعیل کو پتہ چلا کہ میرے پھوپھی زاد بھائی کے پاس پیسے ہیں تو اس نے ہمارے والد صاحب سے اپنی کسی ضرورت کیلئے کچھ اُدھار پیسے لیے اور وعدہ کیا کہ میں یہ پیسے جلدی واپس کر دونگا۔ ہمارے والد

صاحب دو ماہ بیمار رہ کر ۱۹ ستمبر ۱۹۵۴ء کے دن فوت ہو گئے۔ ہمارے پاس زمین کافی ہے لیکن نہری پانی کم ہونے کی وجہ سے بیکار پڑی ہے۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ہماری مالی حالت دن بدن اَبتر ہوتی چلی گئی۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ملّاں صاحب ہمارے پاس آتے رہے ہیں۔ شروع میں تو یہ کہتے رہے تھے کہ میں پیسے واپس کرونگا لیکن بعد ازاں ہمارے برادری کے اُکسانے پر یہ پیسے دینے سے مکر گئے بلکہ اُلٹا ہمیں دھمکیاں دینی شروع کر دیں کہ میں نے تو تمہاری زمین میں سے بھی حصہ لینا ہے۔ ہماری مالی حالت بہت خراب ہے۔ ملّاں کے پاس پیسے ہیں اور یہ ہمارے پیسوں سے آگے کاروبار کرتا پھر رہا ہے۔ آخر تنگ آ کر ہم نے اپنے پیسوں کے بدلے میں یہ بھینسیں چھینی ہیں۔ بھینسوں کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے میرے بھائی عبدالسلام نے کہا کہ تھانیدار صاحب! اِسکی بھینسیں یہ کھڑی ہیں اور ہمارے پیسے اس سے دلوا دیں۔

تھانیدار صاحب نے ملّاں سماعیل سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ کیا یہ لڑکا سچ کہہ رہا ہے؟ ملّاں نے جواب میں کہا کہ ہاں یہ سچ کہہ رہا ہے۔ تو پھر تھانیدار نے ملّاں سے کہا کہ اِن معصوم لڑکوں کے منہ کی طرف دیکھ کیا ایسے منہ ڈاکوؤں کے ہوتے ہیں؟ تو مجھ سے تھانے میں ان یتیم لڑکوں کے خلاف پرچہ کٹوا رہا تھا۔ آجکل جنرل ایوب کا مارشل لاء لگا ہوا ہے۔ اگر میں تیرے کہنے پر ڈاکے کا پرچہ کاٹ دیتا تو یہ یتیم لڑکے کم از کم بیس بیس سال کیلئے جیل میں چلے جانے تھے۔ پھر تھانیدار نے کہا ملّاں تیرے جیسے داڑھی والوں نے پاکستان کو برباد کر دیا ہے۔ مزید اس نے کہا کہ میں بھی رشوت لیتا ہوں لیکن سال میں ماہ رمضان میں عدل کرتا ہوں۔ اِن دنوں رمضان کا مبارک مہینہ تھا۔ تھانیدار نے کھڑے ہو کر اپنے بیلٹ کستے ہوئے ملّاں سماعیل سے کہا کہ مجھے مالیخولیا (ایک مرض جس میں غصہ بہت آتا ہے) ہے۔ اُٹھ اِن غریب یتیموں کی رقم واپس کر اور اپنی بھینسیں لے جا۔ اس وقت ملّاں کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ ملّاں کے پاس پیسے نہیں تھے اور ہماری برادری کے لوگ جو اُسکی آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ اُس وقت اُن میں سے کوئی اُسکی ضمانت دینے کیلئے بھی تیار نہ ہوا۔ بالآخر ہمارے گاؤں میں ایک اور احمدی ملّاں تھا اور اتفاقاً اس کا نام بھی محمد اسماعیل تھا۔ اُس نے بھینسوں والے ملّاں کی ضمانت دی کہ عبدالسلام ایک ہفتہ کے بعد مجھ سے اپنے پیسے لے لینا۔ دراصل اللہ تعالیٰ نے اس تھانیدار کو ہمارے لیے رحمت کا فرشتہ بنا دیا تھا۔ جب میرے بھائی اس مصیبت سے بخیر و خوبی بری ہو گئے تو وہی بشیر ولد دارا کہتا پھرے ''شیر ودے مُنڈ یاں دا اللہ اے'' یعنی شیر محمد کے لڑکوں کا اللہ مددگار ہے۔ بعد ازاں ایک ہفتہ کے بعد ملّاں سماعیل نے قسمیں کھا کر کچھ پیسے دبا لیے اور کچھ ادا کر دیئے۔

(1) میڈم حمیدہ زوجہ شفیع محمد کی کہانی:۔ قارئین کرام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا (النساء۔۱۴۹) اللہ بُری بات کے بیان کرنے کو پسند نہیں کرتا مگر وہ مستثنیٰ ہے جس پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ مظلوموں کو حق دیتا ہے کہ وہ ظالموں کے ظلم و ستم اور اُنکے گناہوں کا پردہ چاک کر دیں لیکن میں اِسکے باوجود بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جو اب مرحوم ہو چکے ہیں اُنکی کرتوتوں اور اُن کے ظلم و ستم سے سے دنیا کو آگاہ کروں۔ ہر خاندان اور برادری میں اختلافات اور لڑائی

جھگڑے ہوتے ہیں اوراسی طرح ہم نے بھی اپنی برادری کے ہاتھوں بہت ظلم وستم برداشت کیے ہیں لیکن پھر بھی میں نہیں چاہتا تھا کہ اِن مرے ہوئے لوگوں کی بدکاریاں اور بدعملیوں کے قصے زبان زدعام ہوں اور یہ تاریخ کا حصہ بنیں۔ یہ خاتون جوخنزیر ودود کے کان میں پھونکیں مارتی اور اِس پلید کی دادی بنی ہوئی ہے خاکسار کی عظیم والدہ کے متعلق جھوٹے الزام لگاتی پھر رہی ہے۔اب یہ ۸۰ سالہ بوڑھی پیر فرتوت میڈم حمیدہ یہ سب کچھ بدحواسی میں کرتی پھر رہی ہے۔ یہ لوگ خاکسار کے والد صاحب کی وفات کے بعد ہمارے گھر کو ختم کرنا چاہتے تھے اور ہمیں مٹانا چاہتے تھے لیکن اِنکے ہر قسم کے دکھوں اور تکالیف کو جھیل کر بھی نہ صرف ہم اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کیساتھ آج زندہ ہیں بلکہ آج اِسی میڈم حمیدہ کے ماموں چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب کا سب سے چھوٹا بیٹا یعنی خاکسار دنیا میں بالعموم اور بالخصوص جماعت احمدیہ میں اپنے موعود زکی غلام مسیح الزماں ہونے کے دعوے کیساتھ کھڑا ہوا ہے۔ جولوگ ہمیں نیست ونابود کرنا چاہتے تھے اب اُن کیلئے خاکسار کا اتنا بڑا دعویٰ اُنکی برداشت سے باہر ہے۔اب اُنہیں شدت غم سے دورے پڑ رہے ہیں۔اب یہ ابلیسی ذریت بدحواسی اور گھبراہٹ کے عالم میں خاکسار کی پاک دامن والدہ مرحومہ پر جھوٹے اور بے بنیاد الزامات لگانے کے سوااور کر بھی کیا سکتی ہے؟؟

قارئین کرام:۔ ۸۰ سالہ میڈم حمیدہ کا تعارف یہ ہے کہ یہ خاکسار کی پھوپھی کی بڑی سے چھوٹی بیٹی ہے۔اِس کا نام حمیدہ ہے اورعرف عام میں اِسے میدو کہتے ہیں۔ یہ میرے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب سے چند سال بڑی ہے۔میڈم حمیدہ خاکسار کے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب کی منگیتر تھی۔خاکسار کی بڑی پھوپھی صاحبہ کی پانچ لڑکیاں تھیں۔ ہماری پھوپھی صاحبہ متلون مزاج تھی۔کبھی بڑی بیٹی میڈم حمیدہ کا رشتہ طے کر لیتی تھی اور کبھی چھوٹی بیٹی صفیہ کا رشتہ طے کر لیتی تھی۔ میرے والد صاحب نے اپنی بہن سے کہا کہ یہ ہمارے بچے ہیں۔جانور تو نہیں ہیں کہ ہم رشتے طے کر کے پھر بدلتے پھریں۔میڈم حمیدہ کا رشتہ طے ہو گیا تو یہ میڈم حمیدہ لدھیانہ شہر میں اپنے ماموں یعنی خاکسار کے والد صاحب کے مکان میں رہ کر کچھ عرصہ سینا پرونا سیکھتی رہی۔تقسیم ہند کے بعد ہمارے والد صاحب کچھ عرصہ کیلئے ملتان میں اپنی بہن کے پاس ٹھہرے تھے۔اِنہی دنوں کی بات ہے کہ بھائی عبدالسلام صاحب (جواُس وقت گیارہ یا بارہ سال کے تھے) بتاتے ہیں کہ ایک دن وہ اور اُنکا ایک دوست نذیر سندھی ریت کے ایک ٹیلے پر کھیل رہے تھے کہ پاس سے بَن ٹھن کر میڈم حمیدہ گزری۔نذیر سندھی نے شرارتاً تھوڑا بلند آواز میں بھائی عبدالسلام صاحب سے کہہ دیا کہ وہ دیکھ تیری منگ جارہی ہے؟ میڈم حمیدہ نے سن لیا اور یہ واپس مڑ کر آئی اور آنکھیں نکال کر بھائی عبدالسلام صاحب سے غصے میں پنجابی میں کہنے لگی جس کا اُردو ترجمہ اس طرح ہوسکتا ہے کہ ''منگ والے کا منہ تو دیکھو''۔ بھائی عبدالسلام صاحب کو اپنی پھوپھی کی بیٹی میڈم حمیدہ کے اس رویے پر بہت اُفسوس ہوا اور وجہ اِسکی یہ تھی کہ نہ تو اُنہوں نے میڈم حمیدہ کو وہ الفاظ کہے تھے اور نہ ہی اُنکا کوئی قصور تھا۔ ہماری پھوپھی صاحبہ نے بھی اپنی اولاد کی کوئی خاص تربیت نہیں کی تھی۔ بعدازاں چونکہ رشتہ ہوتے ہی جھگڑے شروع ہو گئے اور پھر اپنی بھانجی میڈم حمیدہ کی کرتوتوں کی وجہ سے ہمارے والد صاحب نے یہ رشتہ ختم کر دیا۔

(2) میڈم حمیدہ کی اپنی شادی کے بعد بھی اپنے ماموں کی بہو بننے کی خواہش:۔ واضح رہے کہ مرکز کی محبت میں بعدازاں والد

صاحب ربوہ کے مغرب میں موضع ڈاور میں آ کر آباد ہو گئے۔ڈاور کیساتھ چاہ وکیل والا تھا۔ یہاں چھ مربع زرعی زمین تھی جو کہ ایک ہندو وکیل کی ملکیت تھی۔ وکیل صاحب خود تو سرگودھا میں رہائش پذیر تھے۔ تقسیم کے وقت یہ ہندو وکیل (جو کہ بھاگورام کا بیٹا تھا) ہجرت کر کے ہندوستان چلا گیا۔ ہندو وکیل کی یہ زمین مہاجروں کو اَلاٹ (allot) ہوگئی جن میں میرے والد صاحب بھی شامل تھے۔ ہمارے بڑے بہنوئی عبدالحق صاحب کا ایک چچا کا بیٹا مبارک علی ہوا کرتا تھا۔وہ ایک اَدھیڑ عمر کا ریٹائرڈ فوجی تھا اور شادی شدہ تھا۔میرے بھائی عبدالسلام صاحب سے رشتہ ٹوٹنے کے بعد میڈم حمیدہ مبارک علی کے پیچھے پھرنے لگ گئی اور یہ اُسکے ساتھ بھاگنے کے قریب تھی کہ ہمارے والد صاحب نے اپنی اس نالائق بھانجی کی شادی اپنی جنبہ برادری کے ایک قریباً ۳۵ سالہ اَدھیڑ عمر شخص شفیع محمد (جسے کوئی رشتہ نہیں دیتا تھا) سے کروادی۔میڈم حمیدہ کی شادی کے بعد شروع شروع میں دو سال تک تو اِسکے بوڑھے خاوند نے اُسے بڑے لاڈ پیار کیساتھ رکھا۔لیکن جب میڈم صاحبہ کے ہاں ایک بچہ پیدا ہو گیا تو اِسکے بوڑھے خاوند شفیع محمد نے اُس سے گھر کا سارا کام کاج (بیلوں کا چارہ کاٹنے اور بیلوں کو پانی پلانے وغیرہ) کروانا شروع کر دیا۔میڈم حمیدہ کام کاج سے تنگ آ کر اپنے چھ ماہ کے بیٹے سلطان احمد (تانی) کو لے کر اور گھر سے چوری پانچ سو روپیہ نکال کر اپنے ماموں جان (خاکسار کے والد چوہدری شیر محمد صاحب) کے پاس چاہ وکیل والا میں ہمارے ڈیرے پر آ گئی۔میرے بھائی عبدالسلام صاحب بتاتے ہیں کہ جب یہ میڈم ہمارے ڈیرے پر آئی تھی تو اُس وقت میں اور والد صاحب دونوں کھیت میں ہل چلا رہے تھے۔میڈم صاحبہ نے آ کر اپنے ماموں صاحب کو اپنی ساری بپتا سنائی اور کہا کہ ماموں جان میرا خاوند مجھ سے بہت زیادہ کام کاج کرواتا اور تنگ کرتا ہے۔آپ اُنکا یہ لڑکا واپس کر دیں اور مجھے اپنے کسی بیٹے کیساتھ نکاح کر کے اپنے گھر میں ہی رکھ لیں یعنی اپنی بہو بنالیں۔اور میں اپنے خاوند شفیع کا پانچ سو روپیہ بھی لائی ہوں اور یہ رقم آپ میرا خلع لینے کیلئے مقدمہ پر خرچ کر لینا۔ میرے والد صاحب کا بڑا بیٹا عبدالسلام تھا۔میرے والد صاحب نے اپنی اس نالائق بھانجی سے کہا کہ اس کا فیصلہ تو میرے بیٹے عبدالسلام نے کرنا ہے کہ وہ آپ سے شادی کرلے گا یا کہ نہیں۔اگر وہ آپ کیساتھ شادی کرنے کیلئے رضامند ہو گیا تو میں آپ کو اپنی بہو بنالوں گا۔ میرے والد صاحب نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے بڑے بیٹے عبدالسلام کو بلا کر پوچھا کہ بیٹا کیا تم حمیدہ سے شادی کرلوگے؟؟ میرے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب نے پہلے میڈم حمیدہ صاحبہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میڈم میں ریت کے ٹیکے والا وہی عبدالسلام ہوں جسے بغیر کسی قصور کے تو نے کہا تھا کہ ''منگ والے کا منہ تو دیکھو''۔ثانیاً میرے بڑے بھائی عبدالسلام صاحب (جواب بھی زندہ موجود ہیں) نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ ابا جان میں نے کسی چگلی ہوئی عورت (طلاق یافتہ عورت) سے شادی نہیں کرنی۔جب میرا بڑا بھائی عبدالسلام صاحب میڈم سے شادی کرنے کیلئے تیار نہ ہوا تو پھر ناچار میرے والد صاحب نے اپنی اِس نالائق بھانجی سے معذرت کر لی اور اِسے ڈاور جا کر اِسکے خاوند کے گھر چھوڑ کر آئے تھے۔

قارئین کرام:۔آج یہ میڈم حمیدہ ہماری پاک دامن والدہ پر جو کیچڑ اُچھالتی پھر رہی ہے۔اِسکی وجوہات یہ ہیں کہ اولاً ہمارے والد صاحب نے اِسکی کرتوتوں کی وجہ سے اِس کا رشتہ توڑا تھا اور ثانیاً جب یہ ایک بچے کو لے کر ہمارے والد صاحب کے پاس آئی تھی اور اِس نے اپنے

ماموں جان سے درخواست کی تھی کہ وہ اُسے بہو بنا کر اپنے گھر میں رکھ لیں۔لیکن ہمارے بڑے بھائی صاحب نے اِس سے کہا تھا کہ میں اس طلاق یافتہ یعنی چگلی ہوئی خاتون سے شادی نہیں کرونگا۔ اِن دو وجوہات کے علاوہ ایک تیسری وجہ اور بھی ہے جس کا میں بعد میں ذکر کروں گا۔

(3)ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد ہماری والدہ صاحبہ پر نکاح ثانی کیلئے دباؤ ڈالنا:۔ جب ہمارے والد صاحب کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تو اُنہوں نے ہماری والدہ صاحبہ سے کہا کہ میری برادری کے لوگ بہت بُرے اور گھٹیا ہیں۔میری وفات کے بعد یہ لوگ تجھے بہت تنگ کریں گے اور تجھے دُکھ دیں گے۔اور تجھے دوسری شادی کرنے کیلئے مجبور کریں گے۔لیکن میں تجھے نصیحت اور وصیت کرتا ہوں کہ تم میرے بچوں کے سر پر بیٹھی رہنا۔میں تو اب بچنے والا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ تجھے بہت کچھ دکھائے گا۔میری والدہ صاحبہ نے اپنے خاوند کی اس نصیحت اور وصیت کو اپنے پلے باندھ لیا۔اور برادری کے بہت اصرار کرنے کے باوجود اپنے بچوں کو چھوڑ کر نکاح ثانی کیلئے تیار نہ ہوئی۔جوانی میں بیوہ ہونے کے باوجود وہ بڑے صبر کیساتھ اپنے یتیم بچوں کو اپنے بازؤں میں لے کر بیٹھی رہی۔ ہماری برادری کے لوگوں نے میری والدہ صاحبہ کو دوسری شادی کرنے کیلئے بہت مجبور کیا تھا۔جیسا کہ محاورہ ہے کہ بد سے بدنام بُرا۔اِسی محاورہ کے مطابق میری والدہ صاحبہ کو بلیک میل کرنے اور اُنہیں دوسری شادی کیلئے مجبور کرنے کیلئے حتیٰ المقدور حد تک کوششیں کی گئیں۔آپ پر طرح طرح کے الزامات لگائے گئے۔لیکن میری ماں نے اِن گندے اور گھٹیا لوگوں کی ذرّہ برابر بھی پرواہ نہ کی اور اپنے مرحوم خاوند کی نصیحت اور وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے یتیم بچوں پر سائبان بن کر بیٹھی رہی۔ یہ جو میڈم حمیدہ خاکسار کی والدہ صاحبہ پر گندے، گھٹیا اور جھوٹے الزام لگاتی پھر رہی ہے۔یہ سب اِنکے خود ساختہ بہتان ہیں۔اِن میں کوئی حقیقت نہیں۔یہ میڈم صاحبہ ہمارے گھر میں اپنا رشتہ نہ ہونے کا سارا الزام ہماری والدہ صاحبہ پر تھوپ کر انتقام میں یہ سب کچھ کرتی پھر رہی ہے۔

(4)میڈم حمیدہ کے خاوند کا اَجمالی تعارف اور اُسکے شیطانی اوصاف:۔ میڈم حمیدہ کا جو خاوند تھا میں اُسکے متعلق بھی کچھ بتانا چاہتا ہوں۔اِس شخص کا نام شفیع محمد تھا۔ہمارے والد صاحب اور یہ شفیع محمد آٹھ دَس پشتوں کے بعد جا کر مل جاتے ہیں اور رشتے میں یہ ہمارا چچا بنتا ہے۔خاکسار کے والد صاحب ۴۹ سال کی تھوڑی عمر میں ہی فوت ہوگئے تھے۔شفیع محمد میرے والد صاحب سے دَس بارہ سال چھوٹے تھے اور چند سال پہلے یہ قریباً ۹۵ سال کی عمر میں ڈاور میں فوت ہوئے ہیں۔

کانٹوں کو تو دیکھو کتنی لمبی عمریں پاتے ہیں　　لیکن پھولوں نے تو اَکثر ایک ہی رات گزاری ہے

عمر میں یہ صاحب اپنی بیگم میڈم حمیدہ سے دوگنا بڑے تھے۔اِسکے سر پر بال بہت کم تھے لہٰذا اِسی وجہ سے یہ شفیع گنجا کے نام سے مشہور تھے ۔یہ چار بھائی تھے لیکن اِنکی بداخلاقیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اِنکی شادیاں نہ ہوسکیں سوائے شفیع محمد کے جس کی شادی بھی اَدھیڑ عمر میں میرے والد صاحب نے کروائی تھی۔یہ شخص بدکار ہونے کیساتھ ساتھ چور بھی تھا۔مغرب کے بعد کسی کی مرچیں توڑ لینا، کسی کی کپاس چُن لینا یا کسی کی مرغی چُرا لینا اِس کا عام دستور تھا۔سارا دن دوکانوں پر بیٹھا رہتا تھا۔جب بھی دوکاندار آگے پیچھے ہوتا تو یہ دوکان سے کچھ نہ کچھ

چُرالیتا تھا۔ بدزبان ہونے کیساتھ ساتھ گالیاں بہت نکالتا تھا۔ گالیاں نکالنے سے متعلق اِس کا ایک مشہور واقعہ لکھتا ہوں۔

(5) **ناری ڈیرے پر جانور کو گندی گالی نکالنے کا نتیجہ:۔** ڈاور کیساتھ ہی مغرب کی طرف ناری نام کا ایک ڈیرا تھا اور یہ ڈیرا اب بھی ہے۔ اِس ڈیرے پر فیروز پور کا ایک مہاجر مہر دین کیتھی باڑی کیا کرتا تھا۔ اُس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام شیر تھا۔ ہر سال کچھ تاجر چکوال کے علاقہ تلہ گنگ سے بچھڑے لاکر اِس ڈیرے پر فروخت کیا کرتے تھے۔ ۱۹۶۷ء یا ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ ناری ڈیرے پر تلہ گنگ سے کچھ بیوپاری بچھڑے فروخت کرنے کیلئے لائے تھے۔ وہاں جانوروں کی منڈی کا سا سماں بنا ہوا تھا۔ ایک شام شفیع محمد اُس کا ایک بھتیجا فضل احمد اور میرا بڑا بھائی عبدالسلام بھی ناری ڈیرے پر بچھڑے دیکھنے گئے تھے۔ اِسی دوران شفیع محمد نے ایک بچھڑے کو گالی نکال دی۔ اتنی گندی گالی کہ میں اِسے یہاں لکھ بھی نہیں سکتا۔ جب شفیع نے بچھڑے کو گالی نکالی تو مہر دین کے لڑکے شیر کو بہت غصہ آیا۔ اُسے غصہ اس لیے آیا کہ شفیع حلال مال کو بھی گالیاں نکالنے سے باز نہیں آتا۔ اُس وقت شیر کے ہاتھ میں ایک سخت اور مضبوط ڈنڈا تھا۔ اُس نے چھوٹتے ہی وہ ڈانڈا شفیع محمد کے سر پر دے مارا۔ ڈنڈا لگتے ہی شفیع محمد کے سر سے خون کا فوارا پھوٹ پڑا۔ شفیع محمد نے ڈنڈا کھا کر مزید گالیاں نکالتے ہوئے پولیس تھانے جا کر پرچہ کروانے کی دھمکیاں دینی شروع کر دیں۔ شفیع محمد کا بھتیجا فضل احمد اُسے پکڑ کر گھر کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا رہا لیکن شفیع محمد اپنے آپ کو چھڑا چھڑا کر شیر سے لڑنے کی کوششیں کر رہا تھا۔ ساتھ ہی میرے بھائی عبدالسلام کو بھی کہہ رہا تھا کہ تجھے بھی دیکھ لیا ہے یعنی وہ بھائی عبدالسلام کو اُکسا رہا تھا کہ آپ میرا ساتھ دیں اور شیر سے ڈنڈے کا بدلہ لیں۔ وہاں پر نزدیک ہی شفیع محمد کی بھانجی کے خاوند بشیر احمد کی بہن اپنے جانوروں کیلئے چارہ کاٹ رہی تھی۔ اُس نے دور سے میرے بھائی عبدالسلام کو بُلایا اور اُسے کہا کہ ڈیرے پر مخالف لوگ بہت زیادہ اکٹھے ہو چکے ہیں لہٰذا آپ یہاں سے چلے جائیں۔ یہ شفیع آپ کو بھی مروائے گا۔ بہرحال میرا بھائی عبدالسلام بھی گھر آ گیا اور فضل احمد اپنے زخمی چچا کو بھی کھینچ کھانچ کر گھر لے آیا۔ چونکہ شفیع محمد نے تھانے جا کر پرچہ کٹوانے کی دھمکیاں دی تھیں لہٰذا شیر کا والد مہر دین بھاگ کر ڈاور کے نمبردار ملک شیر محمد کھوکھر کے پاس پہنچ گیا اور اُسے کہا کہ شفیع محمد ہمارے خلاف پرچہ کروانے تھانے جا رہا ہے۔ آپ اُسے سمجھائیں۔ نمبردار ملک شیر محمد نے شفیع محمد کو بلایا اور اُسے سمجھایا کہ شفیع محمد حلال مال کو گالی نہیں نکالتے اور ساتھ ہی مہر دین سے بیس روپے لے کر شفیع کی جیب میں ڈال دیئے کہ پٹی کروالینا۔ یہ شفیع محمد اس قماش کا آدمی تھا اور یہ ساری زندگی لوگوں سے لڑ کر ماریں کھاتا رہا تھا۔ ڈاور کا کوئی کمی نہیں ہے جس نے شفیع محمد کو مارا ہوا نہیں ہے۔ اِسکی اولاد بھی اِسے منہ نہیں لگاتی تھی۔ اِس کا بڑا بیٹا سلطان اکثر اپنے والد کو کہا کرتا تھا کہ میں کالے کتے کو روٹی ڈال دوں گا لیکن تجھے روٹی نہیں دوں گا۔

(6) **والد صاحب کی علالت کے دوران شفیع محمد کی جعلسازی:۔** خاکسار کے والد چوہدری شیر محمد وفات سے قبل قریباً چھ ماہ بستر مرگ پر بیمار ہو کر پڑے رہے تھے۔ میرے دونوں بڑے بھائی چھوٹے تھے لہٰذا والد صاحب کے علاج کے حوالہ سے شفیع محمد سرپنچ بنا ہوا تھا۔ اُس زمانے میں دیسی دوائیوں کیساتھ ہی علاج معالجہ ہوا کرتا تھا اور بطور خاص دیہاتوں میں حکیم دیسی دوائیاں ہی زیادہ تر استعمال کرتے تھے۔ حکیم جو بھی دوائیاں تجویز کرتے تھے وہ عام کریانہ کی دوکانوں پر سے مل جایا کرتی تھیں۔ والد صاحب کی بیماری کا علاج

کرنے والے حکیم جو بھی دوائیاں تجویز کرتے تھے وہ شفیع محمد ہی دوکانوں سے خرید کر لایا کرتا تھا۔ ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد دوکانداروں نے میری والدہ صاحبہ کو بتایا کہ شفیع محمد حکیم کے لکھے ہوئے نسخہ کی ڈبل دوائی خریدا کرتا تھا۔ آدھی دوائی تمہیں دے دیتا تھا اور آدھی ہماری دوکان پر آکر ہمیں فروخت کر دیا کرتا تھا۔ ایک طرف تو ہم والد صاحب کی وفات پر یتیم ہو گئے اور دوسرا اِس شخص نے مکاری کیساتھ ہم پر دوکانداروں کا ہزاروں روپے کا ناجائز قرض چڑھا دیا تھا۔ ہماری زمین کافی تھی لیکن کاشتکاری کیلئے تو پانی چاہیے جس سے ہم محروم تھے۔ اور اس طرح والد صاحب کی وفات کے بعد میرے بھائی دوکانداوں کا وہ قرض جو شفیع محمد نے ناجائز طور پر ہم پر چڑھایا تھا ایک طویل عرصہ تک وہ قرض اُتارتے رہے۔

(7) میڈم حمیدہ کو اِسکی لڑکیوں کا رشتہ نہ لینے کی بھی ناراضگی ہے:۔ میڈم حمیدہ کے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں۔ سارے لڑکے ایک آدھ کے سوا تھوڑے تھوڑے پڑھے لکھے اور بدمعاش اور بدکردار ہیں۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے والد صاحب نے اپنی بھانجی حمیدہ کی کرتوتوں کی وجہ سے اِس کا رشتہ ختم کر دیا تھا اور ہماری پھوپھی صاحبہ کو بھی اور میڈم حمیدہ کو بھی اس کا بہت رنج تھا۔ دونوں ماں بیٹی یہ رشتہ ختم کرنے میں میری والدہ صاحبہ کو قصوروار ٹھہراتی تھیں حالانکہ میرے والد صاحب نے اپنی بھانجی کا رشتہ اِسکی کرتوتوں کی وجہ سے خود توڑا تھا اور میری والدہ صاحبہ کا اس میں کوئی قصور نہیں تھا۔ میڈم حمیدہ کا اپنا رشتہ تو ہوا نہیں تھا اب اُسکی یہ خواہش تھی کہ کسی طرح اُسکی دو بیٹیوں کے رشتے اُسکے ماموں کے بیٹوں کے گھروں میں ہو جائیں اور ایک آدھ رشتہ وہ اُسے دے دیں۔ لیکن اِسکی یہ خواہش بھی پوری نہ سکی۔ اور اِسکی یہ خواہش پوری نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہم جانتے تھے کہ نہ صرف یہ چوروں اور بدکاروں کا خاندان ہے بلکہ اِن لوگوں نے ہمارے والد صاحب کی وفات کے بعد ہماری والدہ صاحبہ کو بھی بہت ستایا ہوا تھا۔ خاکسار کی شادی بڑی سادگی کیساتھ انجام پائی تھی۔ اور میں نے اپنی شادی پر جنبہ برادری میں سے کسی کو نہیں بلایا تھا۔ جب میری شادی کا اس میڈم صاحبہ کو علم ہوا تو پھر اِسے بہت دورے پڑے تھے۔ اور اس نے غصے میں خاکسار کے متعلق بھی بہت بدزبانی کی تھی۔

(8) دینی صاحب کا اجمالی تعارف اور اِسکے بھی شیطانی اوصاف:۔ میڈم حمیدہ کے تیسرے نمبر والے لڑکے کا نام مختار احمد عرف دینی ہے۔ وہ مجھ سے قریباً اڑھائی سال چھوٹا ہے۔ بچپن میں میرا ساتھی بن کر کبڈی کھیلا کرتا تھا۔ اِس نے تیسری یا چوتھی کلاس کے بعد پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ ایک دفعہ میڈم حمیدہ روٹھ کر اپنے ماں باپ کے گھر ملتان چلی گئی تھی۔ یہ وہاں کافی عرصہ روٹھی رہی۔ پھر کافی دیر کے بعد صلح کر کے یہ واپس اپنے گھر آئی تھی۔ اِسکے خاوند شفیع محمد نے میرے بڑے بھائی عبدالسلام کو کئی دفعہ بتایا تھا کہ یہ دینی میرا لڑکا نہیں ہے بلکہ چک لوہٹ کے ایک شخص بنام ہری طوطے والا کے لڑکے حسین کا ہے۔ دینی صاحب کو اگر اپنے بہن بھائیوں یعنی شفیع کی اولاد کیساتھ کھڑا کرو تو یہ اپنے بہن بھائیوں سے ملتا ہی نہیں ہے۔ میڈم حمیدہ کے خاوند شفیع محمد کے بقول دینی میڈم حمیدہ کی بدکاری کا نتیجہ اور حرام کا بچہ ہے۔۔۔

خاکسار ۱۹۷۸ء میں کراچی چلا گیا تھا۔ میرا کراچی جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہاں کوئی پارٹ ٹائم جاب کر کے میں کراچی یونیورسٹی سے ایم

اے کا امتحان پاس کرلوں گا۔ اِنہی دنوں میں دینی صاحب کو بھی مشرق وسطیٰ کے کسی ملک کا ویزا (working permit) مل گیا تھا اور یہ مشرق وسطیٰ چلا گیا تھا۔ وہاں جا کر اِسکا پاسپورٹ گم ہوگیا اور اس طرح یہ کافی عرصہ تک وہاں غیر قانونی طور پر مقیم رہا تھا۔ کافی سالوں کے بعد یہ غالباً ۱۹۸۴ء میں پاکستان آیا تھا۔ وسط دسمبر ۱۹۸۳ء میں لاہور کے احمدیہ ہوسٹل دارالحمد میں خاکسار کیساتھ جو خاص روحانی واقعہ ہوا تھا۔ اِس روحانی واقعہ کے بعد خاکسار کی ترجیحات اور مقاصد بدل گئے تھے یا میں مختصراً کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپے گئے ایک مشن کی تکمیل کیلئے مامور فرما دیا گیا تھا۔ خاکسار ۳۱ر جنوری ۱۹۸۴ء کو اپنی کتابیں اور اپنا سامان لے کر واپس ربوہ اپنے گھر آ گیا اور جس طرح خاکسار پر الٰہی انکشافات ہو رہے تھے میں نے اِن انکشافات کی روشنی میں اپنا مقالہ (thesis) نیکی خدا ہے (Virtue is God) لکھنا شروع کر دیا۔ میری ڈاور کی پوری جنبہ برادری کو بخوبی علم تھا کہ خاکسار پڑھائی میں بہت ہوشیار ہے اور اب تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ کوئی بڑا اَفسر بنے گا۔ لیکن میں تو ایم اے کرنے کے بعد ربوہ گھر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اب مجھے جاننے والے اپنے اور غیروں کے آگے یہ سوال تھا کہ عبدالغفار تعلیم مکمل کرنے کے بعد گھر میں آ کر کیوں بیٹھ گئے ہیں؟ احمدیہ ہوسٹل دارالحمد میں جو روحانی مشن اس عاجز کو اللہ تعالیٰ نے سونپا تھا۔ اِس کا یا تو اللہ تعالیٰ کو علم تھا اور یا پھر خاکسار کو علم تھا۔ دنیا اس سے بے خبر تھی اور میری مجبوری یہ تھی کہ میں اس واقعہ کے متعلق عام لوگوں کو بتا نہیں سکتا تھا۔ حتیٰ کہ میں نے اپنی ماں اور اپنے بہن بھائیوں کو بھی اس واقعہ کے متعلق صرف اشارہ کنایوں میں بتایا تھا۔ اُس وقت اگر میں یہ واقعہ عام لوگوں کو بتاتا تو وہ مجھے نعوذ باللہ پاگل کہہ دیتے۔

اِنہی دنوں میں دینی صاحب کی مشرق وسطیٰ کے کسی ملک سے نئی نئی واپسی ہوئی تھی۔ یہ ۱۹۸۴ء میں مجھے ملنے کیلئے ربوہ میں میرے گھر آئے تھے۔ باتوں باتوں میں اِس نے مجھے اپنی کہانی سنائی جس کی وجہ سے یہ باہر مشرق وسطیٰ کے کسی ملک میں پھنس گیا تھا۔ اور ساتھ ہی اِس نے مجھ پر اعتراض اور سوال کرنے شروع کر دیئے کہ غفار آپ تو بڑے لائق تھے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اب آپ گھر آ کر کیوں بیٹھ گئے ہیں؟ آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ اِس نے مجھے میری قابلیت اور ذہانت کی کافی غیرت دلائی۔ اُس وقت دینی نے مجھ سے اس قسم کے سوالات اور اعتراضات کیے تھے اور یہ واقعہ اب تک مجھے یاد ہے۔ ہوسکتا ہے دینی اس ملاقات اور اپنے سوالوں اور اعتراضوں کو بھول گیا ہو لیکن میں اِس ملاقات کو آج تک نہیں بھولا ہوں۔ لیکن میں دینی کو اپنے روحانی واقعہ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے متعلق کچھ بتا نہیں سکتا تھا۔ اور نہ بتانے کی وجہ یہ تھی کہ خاکسار کا مذکورہ روحانی واقعہ بشمول دینی عام انسانوں کی سوچ اور سمجھ سے بہت بالا تھا۔ اگر میں یہ واقعہ دینی کو بتا دیتا تو یہ اَن پڑھ بھی مجھے نعوذ باللہ پاگل قرار دے دیتا۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں خاکسار نے اپنا مقالہ Virtue is God مکمل کرلیا۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۸۵ء کو میری شادی ہوگئی۔ خاکسار کی شادی بہت سادگی کیساتھ ہوئی تھی۔ اور میں نے اپنی شادی پر اپنے کسی رشتہ دار حتیٰ کہ اپنی بہنوں کو بھی نہیں بلایا تھا۔ اگلے سال ۲ر اگست ۱۹۸۶ء کے دن اللہ تعالیٰ نے مجھے پہلے بیٹے ذیشان احمد غفار سے نواز دیا۔ بعد ازاں خاکسار ۱۰ر ستمبر ۱۹۸۶ء کو اپنی فیملی کیساتھ جرمنی چلا آیا۔ خاکسار ۱۹۷۸ء کے بعد ڈاور جا کر کبھی اپنے کسی رشتہ دار کو نہیں ملا تھا اور اِسکی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ ہمارے بدترین مخالف تھے۔ ربوہ سے کبھی کبھی چاہ وکیل والا اپنے ڈیرے پر ضرور جایا کرتا تھا۔

دینی صاحب کی کب شادی ہوئی مجھے کوئی علم نہیں ہے۔جرمنی میں مجھے پتہ چلا کہ دینی کی شادی ربوہ میں کسی باجوہ خاندان میں ہوئی ہے۔ قریباً آٹھ سال پہلے مجھے خنزیر صفت ودود گھمن نے فون پر بتایا تھا کہ دینی کی بیوی میری بیوی شبانہ کوثر کی سگی خالہ ہے۔ڈاورمیں دینی اور اُسکے بھائی joined family system کے تحت سارے اَکھٹے رہتے تھے۔اور جب دینی کی شادی ہوئی تو اُس وقت اُسکے سب سے بڑے بھائی سلطان احمد کے لڑکے بالغ ہو چکے تھے۔دینی کی شادی کے بعد دینی کی بیوی بشریٰ باجوہ نے سلطان احمد کے بڑے لڑکے کیساتھ ازدواجی تعلقات قائم کر لیے تھے۔اور ایک دفعہ دینی صاحب نے اپنی بیوی کو اپنے بھتیجے لقمان کیساتھ بدکاری کرتے ہوئے پکڑ لیا تھا۔اِس واقعہ کے بعد دینی اور اُسکے بھتیجے لقمان کے درمیان دشمنی پیدا ہوگئی۔دینی کے بڑے بھائی سلطان احمد نے پھر قتل و غارت سے بچنے کیلئے اپنے بیوی بچوں کو ربوہ شفٹ کر لیا۔پھر بعدازاں سلطان احمد نے اپنے بدکار بیٹے لقمان احمد کو بذریعہ ایجنٹ لندن بھجوا دیا اور آجکل وہ لندن میں مقیم ہے۔

(9) دینی صاحب کے دو (۲) چوری کے واقعات:۔اپنے نام نہاد باپ کی طرح دینی کو بھی بچپن سے ہی چوری کی عادت پڑ گئی تھی ۔سب سے پہلے گھر سے چوری کرنا شروع کی اور پھر آہستہ آہستہ باہر بھی چوریاں کرنی شروع کر دیں۔جب یہ بارہ یا تیرہ سال کا تھا۔اِس نے مجھے بھی اور دوسرے لوگوں کو بھی گھر سے چوری کا ایک واقعہ سنایا تھا۔ڈاورمیں ہندوؤں کا ایک دھرم سالہ تھا جس کے دو بڑے بڑے خوبصورت ہال تھے۔ہجرت کے بعد شفیع محمد اور اُسکے بڑے بھائی محمد اسماعیل نے اِن دونوں ہالوں (halls) پر قبضہ کر کے اِن میں علیحدہ علیحدہ رہائش اختیار کر لی۔محمد اسماعیل شفیع محمد کا تایازاد بھائی تھا لیکن دونوں کی ماں ایک ہی تھی۔محمد اسماعیل جنبہ صاحب مقابلتاً ایک شریف انسان تھا۔وہ خاکسار کے والد صاحب کا اچھا دوست بھی تھا اور دونوں مل کر احمدیت کی تبلیغ بھی کیا کرتے تھے۔اُسکے دو لڑکے ناصر احمد اور فضل احمد تھے۔محمد اسماعیل جنبہ قضائے الٰہی سے ۱۹۵۱ء میں چھوٹی عمر میں ہی فوت ہوگیا تھا اور وہ خاکسار کے والد صاحب کیساتھ پرانے بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہیں۔جس ہال میں شفیع محمد اور اُسکی فیملی رہتی تھی۔اِسکی پچھلی دیوار کی چند اینٹیں اُکھڑ گئیں اور اس طرح پچھلی دیوار میں ایک بڑا سوراخ بن گیا جس میں سے ایک انسان آسانی کیساتھ باہر سے اندر داخل ہوسکتا تھا۔بعض اوقات دن کو یہ اینٹیں اُکھڑی رہتیں اور رات کو یہ اینٹیں جوڑ کر عارضی طور پر سوراخ کو بند کر دیا کرتے تھے۔یہ لوگ بعض اوقات اینٹیں اُٹھا کر گھر کے پچھواڑے سے بھی گھر میں داخل ہوجایا کرتے تھے۔دینی صاحب کو کھجوریں کھانے کی بڑی عادت تھی۔اور یہ گھر سے گندم چُراتا اور دوکانوں پر فروخت کر کے کھجوریں کھایا کرتا تھا۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ شفیع محمد چور ہونے کیساتھ ساتھ بدکار بھی تھا۔ایک دفعہ اِسکی بیوی میڈم حمیدہ کہیں گئی ہوئی تھی۔گھر میں گاؤں کی مراثن گندم کے دانے صاف کرنے آئی ہوئی تھی۔بدکار شفیع محمد نے اُس مراثن سے بدکاری کرنے کا پروگرام بنالیا۔شفیع محمد نے مراثن کو گھر میں بیٹھا کر باہر کا تالا لگا دیا تا کہ اگر کوئی باہر سے آئے گا تو تالا لگا دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ گھر میں کوئی نہیں ہے۔اور وہ خود گھر کے پچھواڑے سے گھر کے اندر داخل ہوکر مراثن سے بدکاری کے عمل میں مصروف ہوگیا۔عجیب اتفاق کہ اسی دوران دینی صاحب کو بھی

کھجوریں کھانے کا دورہ پڑ گیا۔ دینی کو علم نہیں تھا کہ اُس کا نام نہاد والد شفیع محمد گھر کے اندر گاؤں کی مراثن کیساتھ ایک نیک کام میں مصروف ہے۔ دینی صاحب چپکے سے گندم چُرانے کیلئے گھر کے پچھواڑے سے اندر داخل ہوا تو آگے کیا دیکھتا ہے کہ اُس کا باپ مراثن کیساتھ مصروف عمل ہے۔ جب باپ بیٹے کی آنکھیں چار ہوئیں تو باپ غصے میں گالیاں نکالتے ہوئے دینی کو مارنے کیلئے اُسکے پیچھے دوڑا۔ لیکن دینی تیزی سے بھاگتے ہوئے گھر کے پچھواڑے کے جس سوراخ سے اندر داخل ہوا تھا۔ اُسی سوراخ سے وہ باہر بھاگ گیا۔ بعدازاں دینی نے اپنے باپ کی اس بدکاری کا سارے گاؤں میں خوب ڈھنڈورا پیٹا اور مجھے بھی اُس نے یہ واقعہ سنایا تھا۔

(چوری نمبر ۲) جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ دینی صاحب کو چوری کی عادت گھر سے پڑی تھی۔ ہمارا ایک رشتے میں بڑا بھائی کاسب ہوا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دینی اُسکی گندم چراتا ہوا میرے بھائی عبدالستار صاحب نے پکڑ لیا۔ بعدازاں اس دینی نے انتقام میں کسی اور چور سے مل کر ہماری بکریاں چُرانے کا پروگرام بنایا۔ جس رات اِنہوں نے ہماری بکریاں چُرائیں اُس رات میں بھی ڈیرے پر ہی تھا۔ رات کے اندھیرے میں میرے بھائیوں کو چوری کا پتہ چل گیا اور وہ دونوں بھائی چوروں کے پیچھے بھاگے۔ ہمارے ڈیرے کیساتھ آموں کے بڑے بڑے درخت تھے۔ آموں کے نیچے سُورنی یعنی مادہ خنزیر اپنے بچوں کو لے کر پھر رہی تھی۔ رات کے اندھیرے میں بڑے بھائی نے سُورنی کے بیچے کو سمجھا کہ یہ ہماری بکری ہے جو چور بھاگتے ہوئے چھوڑ گئے ہیں۔ جب بڑا بھائی اُسے پکڑنے لگا تو سُورنی نے بھائی پر حملہ کر دیا اور اس طرح بھائی نے بھاگ کر جان بچائی۔ جب بکریاں نہ ملیں تو بھائی واپس آ کر لیٹ گئے۔ اگلے دن جب دیکھا تو ہمارے ڈیرے سے تھوڑے سے فاصلہ پر ہماری ایک بکری بیٹھی ہوئی تھی جسے دینی اور اُس کا ساتھی چور ڈر کے مارے بھاگتے ہوئے چھوڑ گئے تھے۔ یہ اس قماش کے بدکار لوگ ہیں اور اِن بدکاروں اور چوروں کی والدہ میڈم حمیدہ آج اپنی سگی ممانی اور خاکسار کی والدہ مرحومہ پر اس لیے جھوٹے الزام لگاتی پھر رہی ہے کہ وہ اُسکی بہو نہیں بن سکی تھی۔

(10) والدہ صاحبہ پر جسمانی تشدد:۔ شفیع محمد کی ایک بہن زینت تھی۔ وہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ ڈاور میں ہی رہتی تھی۔ اُس کا ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں۔ یہ تینوں لڑکیاں شفیع محمد کی بھانجیاں تھیں۔ بڑی بھانجی کا نام کرم بی بی تھا۔ وہ ڈاور کے نمبردار کیساتھ غیر قانونی جنسی تعلقات کے نتیجہ میں شادی سے پہلے ہی حاملہ ہوگئی تھی۔ اور پھر اپنی بھانجی کا یہ گناہ چھپانے کیلئے شفیع اینڈ کمپنی نے جلدی میں دارا کے لڑکے بشیر احمد کیساتھ اُسکی شادی کر دی تھی۔ دوسری بھانجی کا نام خدیجہ تھا۔ چونکہ یہ ڈاور سے باہر لائل پور کے کسی گاؤں میں بیاہی ہوئی تھی لہٰذا میں اُسکے متعلق بہت کم جانتا ہوں۔ شفیع کی تیسری اور چھوٹی بھانجی کا نام فتح بی بی تھا۔ اِن تینوں کا ایک بھائی نذیر تھا۔ اُس نے دودھ فروخت کرنے کا کام شروع کیا تھا۔ وہ ڈاور اور اردگرد کے گاؤں سے دودھ اکٹھا کر کے سائیکل پر دودھ ربوہ لے جا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ اُس نے اپنے دودھ کے کام کو بڑھانے کیلئے دینداروں کے ایک لڑکے کو ملازم رکھ لیا۔ اور اس طرح اب نذیر دو سائیکلوں پر دودھ ربوہ لے جا کر فروخت کرنے لگا۔ دودھ کے اس کاروبار میں اُسے کیا فائدہ ہوا اِس کو تو وہ دودھی نذیر ہی جانتا ہوگا لیکن ہم یا دنیا جو جانتی ہے وہ یہ ہے کہ نذیر کی چھوٹی بہن فتح بی بی ملازم دیندار کیساتھ بھاگ گئی۔ بعدازاں محمد اسماعیل لالی جو ہمارے علاقہ کا بہت بڑا زمیندار تھا۔ اُس کی

سفارش کے ذریعہ بڑی مشکل کیساتھ فتح بی بی کو دیندار لڑکے سے واگزار کروایا تھا۔ یہ ۱۹۷۵ء کے آگے پیچھے کا واقعہ۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ ہم ڈاور سے قریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر زرعی زمین پر بنے ہوئے اپنے ڈیرے بنام چاہ وکیل والا پر رہا کرتے تھے۔ چوتھی کلاس تک میں نے اپنا بچپن اسی ڈیرے پر گزارا تھا۔ آٹا پیسنے کی چکی ڈاور میں تھی۔ ہم لوگ بھی ڈاور جا کر گندم پسواتے تھے۔ کبھی کبھی کوئی بھائی گندم پسوالاتا تھا اور جب بھائی مصروف ہوتے تو کبھی کبھی والدہ صاحبہ گندم پسوا کر لے آتی تھی۔ ایک دفعہ خاکسار کی والدہ صاحبہ کو گندم پسواتے ہوئے دیر ہوگئی اور گندم پسوا کر مغرب کے قریب ڈاور سے ڈیرے کی طرف روانہ ہوئی۔ شفیع محمد اپنے دور کا ابوجہل خاکسار کی والدہ صاحبہ پر تشدد کرنے کیلئے اپنی دونوں بڑی بھانجیوں کو ساتھ لے کر ڈاور اور ڈیرے کے درمیان کسی نچلی جگہ پر چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب خاکسار کی والدہ صاحبہ چالیس پچاس کلوگرام آٹا اپنے سر پر رکھے ہوئے وہاں پہنچی تو یہ شیطان بشکل انسان خود تو فاصلے پر کھڑا رہا اور اِسکی دونوں بھانجیوں (جو ۱۸ اور ۲۰ سال کی ہٹی کٹی چھوکریاں تھیں) نے میری والدہ صاحبہ پر حملہ کر دیا۔ دونوں میری والدہ صاحبہ پر تشدد کرتی رہیں اور دونوں نے میری والدہ صاحبہ کے دونوں ہاتھ مروڑ کر توڑ دیئے۔ اور پھر میری والدہ صاحبہ کو تشدد کیساتھ آدھ موا کر کے یہ شیطان اپنے بھانجیوں کو لے کر ڈاور کی طرف چلا گیا۔

میں یہاں قارئین کرام سے پوچھتا ہوں کہ ایک خاتون جو جوانی میں بیوہ ہوگئی ہو۔ اُسکے پانچ بچے ہیں۔ وہ اپنے خاوند کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے بچوں کیساتھ اپنی زندگی گزارنا چاہتی ہے۔ احمدی کہلوانے والے ڈاور کے اِن گندے اور گھٹیا لوگوں کا کیا حق تھا کہ وہ خاکسار کی والدہ صاحبہ پر تشدد کر کے اور اُسے بلیک میل کرنے کیلئے اُس پر طرح طرح کے جھوٹے الزام لگا کر اُسے اُسکی مرضی کے خلاف نکاح ثانی کیلئے مجبور کرتے؟ میرا سوال ہے کہ اس قسم کے ظالمانہ رویے کی کیا حضرت مرزا صاحبؑ کی احمدیت میں یا آنحضرت ﷺ کے دین اسلام میں کوئی گنجائش ہے؟؟ میرے علم کے مطابق ہرگز ہرگز نہیں۔ ایسے لوگوں کا احمدی ہونا تو درکنار ہم اِنہیں مسلمان کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ اِنہیں تو انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین ہے۔ شفیع محمد کا ایک چھوٹا بھائی محمد حسین ہوا کرتا تھا۔ اُسے سینا کہتے تھے۔ وہ ایک آنکھ سے اندھا تھا۔ یہ وہی محمد حسین ہے جس کا پہلے بھینسوں کے واقعہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اُسکی بھی شادی نہیں ہوئی تھی۔ خاکسار کے والد صاحب کی وفات کے بعد شفیع محمد اینڈ کمپنی نے بہت کوششیں کیں کہ کسی طرح میری والدہ صاحبہ شفیع محمد کے اس چھوٹے بھائی محمد حسین کیساتھ نکاح ثانی کر لے۔ اور اِس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اِن لوگوں نے میری والدہ صاحبہ کو بہت دُکھ دیئے اور جھوٹے الزامات بھی لگائے تھے۔ لیکن میری والدہ صاحبہ نے اپنے مرحوم خاوند چوہدری شیر محمد صاحب کی نصیحت اور وصیت کو اپنے پلے باندھ لیا تھا اور برادری کے اصرار کرنے کے باوجود اُس نے دوسری شادی نہ کی اور ہر قیمت پر اپنی بقیہ زندگی اپنے پانچ بچوں کیساتھ گزارنے کو ترجیح دی۔ ڈاور کی اس گندی برادری کے میری والدہ صاحبہ کے مخالف ہونے کی یہی وجہ تھی۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے شروع میں محمد حسین جب فوت ہوا تو اُس نے اپنی موت سے پہلے میری والدہ صاحبہ کو بلا کر اُس سے معافی کی درخواست کی تھی۔ اُس نے خاکسار کی والدہ صاحبہ سے کہا تھا کہ ہم نے تیرے ساتھ بہت ظلم اور زیادتیاں کی ہیں۔ میں اپنی وفات سے پہلے تجھ سے اِن کی معافی چاہتا ہوں۔ یہ واقعات میری ہوش وحواس سے

پہلے کے ہیں اور میری والدہ صاحبہ نے مجھے بتائے ہوئے ہیں۔

(11) رشتے میں والد صاحب کے ایک بھتیجے محمد قاسم کا منافقانہ کردار:۔ ی ہ محمد قاسم عرف کاسب ہمارے والد صاحب کا رشتے میں ایک بھتیجا تھا۔ اس کا بھی پہلے بھینسوں کے واقعہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ قریباً چار پانچ پشتوں کے بعد یہ اور ہم آپس میں مل جاتے ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد والد صاحب کو موضع ڈاور کے چاہ وکیل والا پر زمین اَلاٹ ہوگئی تھی اور آپکا رشتے میں یہ بھتیجا کاسب ڈاور میں دھکے کھاتا پھر رہا تھا۔ میرا والد صاحب از راہِ ترحم اپنے اس بھتیجے کو اپنے ڈیرے پر لے آیا۔ اِسے زمین اَلاٹ کرا کے دی۔ والد صاحب کی وفات کے بعد جتنے بھی ظلم ہماری برادری کے لوگوں نے ہم پر ڈھائے ہیں۔ ہم پر یہ سب ظلم کروانے میں ہمارے اس منافق اور نام نہاد بھائی کا ہاتھ تھا۔ چونکہ ہم ڈیرے پر اَکھٹے رہتے تھے۔ یہ شخص ہمارے گھر کی ہر قسم کی مخبری کر کے ڈاور والوں کو بتاتا تھا۔ اور اِسکی مخبریوں کے نتیجہ میں ڈاور میں رہنے والی ہماری جنبہ برادری کا یہ خبیث ٹولہ شفیع اینڈ کمپنی ہم پر ظلم ڈھاتا رہا۔

(12) اِشتمال اراضی میں دھوکہ دہی:۔ اِشتمال اراضی کا مطلب ہوتا ہے زمین کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو یکجا کرنا تا کہ کاشتکاری میں آسانی ہو۔ موضع ڈاور میں اشتمال اراضی قریباً ۱۹۶۴ء میں ہوئی تھی۔ اِس اشتمال کے دوران بھی شفیع محمد نے میرے بھائیوں کیساتھ دھوکہ دہی کر کے ہمیں سخت نقصان پہنچایا تھا۔ یہ ایسا مکار انسان تھا کہ مطلب کے وقت ایک گدھے کو بھی اپنا باپ بنالیتا تھا۔ اشتمال اراضی کے دوران جو پٹواری اِس کام کیلئے مامور تھے۔ یہ شخص دن رات اُنکے کھانے پکانے پر مامور تھا۔ دن رات اُنکا نوکر بن کر رہتا تھا حتیٰ کہ وہ اِسے ذلیل وخوار بھی کرتے رہتے تھے لیکن یہ اپنے مطلب اور مفاد کیلئے ہر قسم کی ذلت بھی برداشت کر لیتا تھا۔ ایک غیور اور خوددار انسان ایسے گھٹیا کام کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ بہرحال اس قسم کی چمچہ گیری اور چاپلوسیوں کیساتھ اِس شخص نے اپنے موضع ڈاور کی ناقص زمین کا تبادلہ کروا کر موضع کالوآنہ میں بہت اچھی زمین ہتھیالی تھی۔ ہمیں شفیع اور ہمارے رشتے کے بھائی کاسب نے اس طرح نقصان پہنچایا تھا کہ میرے بھائیوں سے تو اِنہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں سے کوئی بھی اچھی زمین حاصل کرنے کیلئے پٹواریوں کو پیسے وغیرہ نہیں دے گا لیکن در پردہ کاسب نے بذریعہ شفیع محمد پٹواریوں کو پانچ سو روپیہ دے کر ہماری چاہ وکیل والا کی اچھی زمین اپنے نام کروالی۔ حالانکہ ہماری زمین زیادہ تھی اور کاسب کے پاس ہمارے مقابلہ میں زمین کا تیسرا حصہ تھا۔ موضع ڈاور کی اشتمال کے دوران اِس مکار شفیع اور ہمارے اِس منافق بھائی کاسب کی یہ میرے بھائیوں کیساتھ ایک دھوکہ دہی تھی۔ بچپن سے ہی خاکسار کی توجہ تو اپنی تعلیم کی طرف رہی لیکن شفیع اینڈ کمپنی نے میرے بھائیوں کی انتہائی سادگی بلکہ بیوقوفی کی حد تک سادگی سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر ہمیں ساری زندگی ناقابل تلافی نقصانات پہنچائے تھے۔

(13) ہمارے ایک لالچی بھانجے ناصر احمد کیساتھ فراڈ اور دھوکہ دہی:۔ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کے بطن سے ہماری ایک بڑی بہن امتہ الرحیم تھی۔ وہ خود جوانی میں زچگی کی حالت میں چند سال کا ایک لڑکا چھوڑ کر احمد نگر میں فوت ہوگئی تھی۔ میری اِس بہن کی وفات میرے والد صاحب کی وفات کے بعد ہوئی تھی۔ ہماری اِس بہن کا خاوند عبدالحق ایک نکھٹو اور پرلے درجہ کا فریب

کا رانسان تھا۔ اِس شخص نے ساری زندگی لوگوں کیساتھ فراڈ اور دھوکے کیے اور یہ شخص عبدالحق فراڈی کے نام سے مشہور تھا۔ ہماری جنبہ برادری شفیع اینڈ کمپنی ملّاں سماعیل کی طرح ہمارے اس فراڈی بہنوئی کی بھی بہت آؤ بھگت کیا کرتی تھی اور ہمیں نقصان پہنچانے کیلئے اِسے قدم قدم پر استعمال کرتی رہی اور ہمارا یہ فراڈی بہنوئی ہمیں نقصان پہنچانے کیلئے شفیع اینڈ کمپنی کو استعمال کرتا رہا۔ والد صاحب کی وفات کے بعد ہمارا یہ فراڈی بہنوئی ہماری بہن کو بہت تنگ کیا کرتا تھا اور اُسے کہا کرتا تھا کہ تو اپنے بھائیوں سے اپنے حصے کی زمین لے کر آ ۔ ہماری یہ بڑی بہن بہت صابر تھی اور اپنے ظالم اور فراڈی خاوند کے ہاتھوں دُکھ تو جھیلتی رہی لیکن اُس نے اپنی زندگی میں اپنے بھائیوں سے آ کر کبھی اپنے حصے کی زمین کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔

میری بڑی بھابی نے مجھے بہت دفعہ بتایا ہوا ہے کہ ایک دفعہ امتہ الرحیم کی گائے نے بچھڑا دیا تو وہ گائے کا تازہ دودھ اپنے بھائیوں کو دینے کیلئے احمد نگر سے چاہ وکیل والا آئی۔ جب حویلی میں داخل ہوئی تو خاکسار (جو اُس وقت قریباً ایک سال کا تھا) اپنے ہاتھوں اور اپنے گھٹنوں کے بال رینگتا پھر رہا تھا۔ میری اس بڑی بہن نے دودھ کا برتن زمین پر رکھ کر مجھے اُٹھا لیا۔ میرے کپڑے صاف کیے اور میری والدہ صاحبہ جو اُس وقت کسی اور کام کاج میں مصروف تھی سے ناراض ہو کر کہا کہ اماں تو عبدالغفار کی طرف توجہ کیوں نہیں کرتی ؟ اِسکے کپڑے بھی میلے ہیں اور یہ اکیلا ہی اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل رینگتا پھر رہا ہے۔ میں نے اپنی اس بڑی بہن کو بھی نہیں دیکھا اور وہ اب اس دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن میں اُس کیلئے ہمیشہ اپنی دعاؤں کے تحفے اُسے بھیجتا رہتا ہوں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہماری اس بہن کے درجات بلند کرنا اور اُسے اپنی جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمانا آمین۔ میری یہ پیاری بڑی بہن اپنے خاوند کے ظلموں اور عدم توجہ کی وجہ سے جلد فوت ہوگئی تھی ۔ بعد ازاں ہماری اس بہن کا بیٹا ناصر احمد بہت لالچی ثابت ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اُسکے ماموں بہت غربت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ڈاور کی جنبہ برادری نہ صرف اِنکی دشمن ہے بلکہ اُس نے اِنکا ناطقہ بھی بند کیا ہوا ہے۔ لیکن اِسکے باوجود وہ جنبہ برادری کے اُکسانے پر اپنی مرحوم والدہ صاحبہ کی زمین کا ہم سے مطالبہ کرتا رہتا تھا۔ ہم اُسے کہتے رہتے تھے کہ ناصر احمد جونہی ہماری حالت بہتر ہوئی تو جو تیرا حق ہے وہ ہم تجھے دے دیں گے۔ لیکن ہمارا یہ بھانجا بہت بے صبرا نکلا۔

خاکسار جب ۱۹۸۶ء میں جرمنی چلا آیا تو میرے باہر آنے کے بعد اِس بھانجے نے ہماری ڈاور کی جنبہ برادری کی شہ پر میرے دونوں بھائیوں کو بہت تنگ کیا۔ چونکہ یہ بہت لالچی تھا لہٰذا یہ شفیع اور اُسکے لڑکوں کے جھانسے میں آ گیا۔ شفیع محمد اور اُسکے بے ایمان لڑکوں نے ناصر احمد کو یہ جھانسا دیا کہ تو ہم سے بیس ہزار (۲۰۰۰۰) روپے لے کر اپنے حصے کی دو اڑھائی ایکڑ زمین ہمارے نام کر دے۔ جب ہم تیرے ماموؤں سے زمین کا قبضہ لے لیں گے تو ہم تجھے باقی پیسے بھی ادا کر دیں گے۔ یہ چور اور بدکار اور حرام کی اولاد دینی اس فراڈ گیم میں سب سے آگے آگے تھا۔ ہمارے لالچی بھانجے ناصر احمد نے غلطی کی اور بیس ہزار روپے کے عوض اپنی مرحوم والدہ صاحبہ کی لاکھوں روپے کی زمین ہمارے مخالفوں کے نام کر دی۔ بھانجا صاحب نے یہ گھٹیا حرکت کر کے اپنی مرحوم والدہ صاحبہ کی قبر کو بھی بٹّا لگا دیا۔ زمین کے انتقال کا یہ سارا کام اِنہوں نے ۱۹۹۰ء میں میرے بھائیوں سے خفیہ کیا۔ اِنتقال اراضی کا یہ سارا کام ہم سے خفیہ اس لیے کیا گیا کہ کہیں ہم حق

شفعہ استعمال کر کے اپنی زمین واپس نہ لے لیں۔اُن دنوں میں حکومت کی طرف سے ایک شخص محمد انور ڈاور میں مالیہ وصول کرنے پر مامور تھا۔یہ شخص سکھ تھا لیکن تقسیم ہند کے وقت یہ مسلمان ہوکر غالباً جالندھر سے پاکستان آ کر ڈاور میں آباد ہوگیا تھا۔جس دن ہمارے بھانجے ناصر احمد نے تحصیل چنیوٹ میں اپنی زمین کا انتقال کروایا تھا۔ڈاور کے اس محمد انور نے چنیوٹ میں ہماری زمین کا انتقال ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔بعدازاں اس محمد انور نے میرے بڑے بھائی عبدالسلام کو اپنا نام خفیہ رکھنے کی شرط پر بتایا کہ کہ تمہارے بھانجے ناصر احمد کی زمین شفیع اور اُسکے لڑکوں نے اپنے نام انتقال کروالی ہے۔اگر آپ شفعہ کرنا چاہیں تو سال کے اندر اندر کر سکتے ہیں لہٰذا بعدازاں میرے بھائیوں نے مقررہ مدت کے اندر اندر اپنے لالچی بھانجے کی زمین پر شفعہ کر دیا۔اگرچہ میرے بھائی بہت غریب تھے اور میں جرمنی چلا آیا تھا لیکن اِسکے باوجود دونوں بڑے بھائیوں نے بڑی مشکل کیساتھ ایک لاکھ اَڑتیس ہزار (۱۳۸۰۰۰) روپیہ اَکٹھا کر کے شفیع اور اُسکے بے ایمان لڑکوں کے منہ پر مار کے اپنی زمین واپس اپنے نام کروالی۔

میرا محمودی جماعت اور محمودی نظام سے سوال ہے کہ ہماری طرف سے رقم کی ادائیگی کے بعد اب شفیع اور اُسکے بے ایمان لڑکوں (جنہوں نے ناصر احمد سے کہا تھا کہ ہم زمین کا قبضہ لے کر تجھے باقی پیسے دے دیں گے) پر کیا یہ فرض نہیں تھا کہ وہ اپنے عہد کے مطابق ناصر احمد کو اگر سارے نہیں تو کچھ نہ کچھ پیسے ضرور دے دیتے اور اُس غریب کا حق نہ مارتے؟ لیکن میرے علم کے مطابق ظالم شفیع اور اُسکے بے ایمان لڑکوں نے ناصر احمد کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا اور اُس غریب کے ایک لاکھ اَٹھارہ ہزار روپے خود ہی ہڑپ کر گئے۔کیا اس قسم کے لوگ جو یتیموں اور غریبوں کا مال کھانے والے ہوں مسلمان یا احمدی کہلانے کا حق رکھتے ہیں؟ جس طرح آج خاکسار اللہ تعالیٰ کی مدد اور اُسکی دی ہوئی توفیق کیساتھ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کی الہامی پیشگوئی مصلح موعود کا مغلیہ خاندان سے ناجائز قبضہ چھڑوانے کی تگ و دو میں مصروف ہے اور اِنشاء اللہ تعالیٰ وہ دن دور نہیں جب الہامی پیشگوئی مصلح موعود پر غاصبوں کا ناجائز قبضہ ختم ہوجائے گا اور اَسیران راہِ مولا رُستگاری پا جائیں گے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ ظالم شفیع اور اُسکے بے ایمان اور بدکردار لڑکوں کے پیٹوں میں سے میری مرحوم بہن کی زمین کے پیسے (جو وہ ہضم کر کے بیٹھے ہوئے ہیں) بھی مجھے نکلوانے کی ضرور توفیق دے گا اور میں قوی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اِس نیک کام میں بھی سُرخرو فرمائے گا۔

اختتامیہ:۔ عزیزم محمد ناصر اللہ صاحب:۔خاکسار نے اپنی برادری اور مخالفین کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ سچ اور حلفاً لکھا ہے۔میڈم حمیدہ جو آج خاکسار کے دعویٰ سے جَل بُھن کر تعصب میں خاکسار کے خاندان کے متعلق غلاظت بکتی پھر رہی ہے۔کوئی پلید گھمن سے جا کر پوچھے کہ تیری یہ نام نہاد جعلی دادی میڈم حمیدہ۔۔۔

(۱) کیا وہ میرے بڑے بھائی چوہدری عبدالسلام جنبہ صاحب کی منگیتر نہیں تھی؟

(۲) کیا خاکسار کے والد اور میڈم حمیدہ کے ماموں چوہدری شیر محمد جنبہ صاحب نے اِس میڈم کی کرتوتوں اور بدکاریوں کی وجہ سے اپنے بیٹے کا رشتہ نہیں توڑا تھا؟

(۳) کیا میڈم حمیدہ اپنی شادی کے کچھ عرصہ بعد اپنے چھ ماہ کے بیٹے تانی اور گھر سے ۵۰۰ روپے چُرا کر چاہ وکیل والا پر اپنے ماموں یعنی خاکسار کے والد کے پاس نہیں آئی تھی؟ اور اس نے اپنے ماموں جان سے نہیں کہا تھا کہ ماموں جان شفیع محمد سے میرا خلع لے کر مجھے اپنے گھر میں بہو بنا کر رکھ لیں اور مقدمہ پر خرچ کیلئے میں یہ پانچ سو روپیہ آپ کو دیتی ہوں جو میں شفیع کا نکال کر لائی ہوں؟

(۴) کیا میرے والد صاحب نے پلید گھمن کی اِس نام نہاد دادی میڈم حمیدہ کو یہ نہیں کہا تھا کہ اس کا فیصلہ تو میرا بڑا بیٹا عبدالسلام کرے گا۔ اور جب اِس میڈم کے سامنے عبدالسلام سے پوچھا گیا تو اُس نے میڈم حمیدہ کو کہا تھا کہ میں وہی ریت کے ٹیلے والا عبدالسلام ہوں اور ساتھ ہی میرے بھائی نے اپنے والد صاحب کو کہہ دیا تھا کہ میں اس طلاق یافتہ یعنی چگلی ہوئی عورت سے شادی نہیں کروں گا۔

(۵) اور پھر کیا میرے والد صاحب تیری اس نام نہاد دادی میڈم حمیدہ کو ڈاور اِسکے چور اور بدکار خاوند کے گھر چھوڑ کر نہیں آئے تھے؟

(۶) کیا دینی صاحب اپنے نام نہاد باپ شفیع محمد کی بجائے چک لوہٹ کے ہری طوطے والے کے لڑکے حسین کا ناجائز بچہ نہیں ہے؟

(۷) کیا پلید گھمن کی بیوی شبانہ کوثر کی سگی خالہ بشریٰ باجوہ دینی کے بھتیجے لقمان کیساتھ بدکاری کرتی پکڑی نہیں گئی تھی؟

(۸) کیا شفیع محمد اینڈ کمپنی خاکسار کی والدہ محترمہ کو نکاح ثانی کرنے کیلئے مجبور نہیں کرتے رہے تھے؟

(۹) کیا شفیع اینڈ کمپنی نے خاکسار کی والدہ محترمہ کو نکاح ثانی کیلئے مجبور کرنے کیلئے اپنی ہٹی کٹی اور بدکردار بھانجیوں سے تشدد نہیں کروایا تھا؟

(۱۰) شفیع اینڈ کمپنی نے خاکسار کی والدہ محترمہ کو نکاح ثانی کیلئے بلیک میل کرنے کیلئے کیا آپ پر خودساختہ جھوٹے الزامات نہیں لگائے تھے؟

(۱۱) خاوند یا بیوی کے فوت ہونے پر دین اسلام عورت اور مرد کو نکاح ثانی کا حق دیتا ہے۔ اگر خاکسار کی والدہ صاحبہ نکاح ثانی کی ضرورت سمجھتی تو نکاح ثانی کرنے میں آپکے آگے کیا رکاوٹ تھی؟ یہ آپکا شرعی حق تھا۔ لیکن خاکسار کی والدہ محترمہ نے نکاح ثانی کرنے کی بجائے اپنے مرحوم خاوند کی نصیحت اور وصیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے پانچ بچوں کیساتھ اپنی بقیہ زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔ آپ نے شفیع اینڈ کمپنی کے مونہوں پر تھوک کر اپنے پانچ بچوں کیساتھ بقیہ زندگی گزار کر اپنے خاوند کی وفادار بیوی ہونے کا حق ادا کر دیا اور مخالفوں کے گندے اور جھوٹے الزاموں کی کوئی پرواہ نہ کی۔ پلید گھمن صاحب تیری اس نام نہاد اور جعلی دادی میڈم حمیدہ کے یہ سارے دُکھ ہیں جن کا بدلہ وہ ہماری پاک دامن مرحوم والدہ (جس کے بطن سے آنحضرت کی پیشگوئی اور محمدی مریم حضرت مرزا غلام احمدؑ کو بشارت دیا گیا وہ عظیم موعود زکی غلام پیدا ہوا) پر جھوٹے اور گندے الزام لگا کر اپنے بدلے لیتی پھر رہی ہے؟؟؟

عزیزم محمد ناصر اللہ صاحب اور دیگر قارئین کرام:۔ اگر خاکسار اور میرا خاندان ایسا ہی تھا جیسے یہ پلید گھمن ہم پر الزام لگاتا پھر رہا ہے تو یہ خنزیر صفت انسان خاکسار کی بیعت کر کے میری جماعت احمدیہ اصلاح پسند میں کیوں شامل ہوا تھا؟ ہماری جماعت میں شامل ہو کر جب اس کا ذب کا جھوٹا دعویٰ سرسبز نہ ہو سکا تو پھر اِس خبیث نے خاکسار اور خاکسار کے خاندان پر گندے اور جھوٹے الزام لگانے شروع کر

دیئے۔اب دنیا خود فیصلہ کرلے کہ خاکسار کی والدہ محترمہ پر بدکار حمیدہ کے الزاموں میں کیا صداقت ہوسکتی ہے؟؟ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا تھا کہ میڈم حمیدہ کے الزاموں کی قلعی کھولنے کیلئے جب خاکسار لکھے گا تو میری اِس کہانی میں بعض ایسے لوگوں کا ذکر بھی آئے گا جو اب مرحوم ہو چکے ہیں۔اُنہوں نے ہم پر جتنے ظلم توڑے اور جو جو گناہ کیے، وہ اپنے بُرے یا بھلے اعمال بجالا کر اس دنیا سے رُخصت ہو چکے ہیں۔اُنکا معاملہ اب خدا کیساتھ ہے۔میں نہیں چاہتا تھا کہ اِن مُردہ لوگوں (جو کسی نہ کسی رنگ میں میری برادری ہونے کے ناطے میرے دور نزدیک کے رشتہ دار بھی تھے) کی پردہ دری کروں۔لیکن اس بدکار حمیدہ نے اب مجھے مجبور کردیا ہے کہ میں اپنے خاندان پر ظلم سے بھری ہوئی داستان لوگوں کے آگے بیان کردوں۔ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کی یہ رضا ہو کہ جن لوگوں نے ہم پر ظلم ڈھائے ہیں وہ بھی تاریخ میں محفوظ ہوجائیں اور ہم مظلوم جن پر ظلم توڑے گئے وہ بھی انسانی تاریخ میں یاد رہیں۔شفیع اینڈ کمپنی اور اِسکے خاندان کے متعلق خاکسار نے جو کچھ لکھا ہے کوئی بھی انسان اگر اِسکی تحقیق کرنا چاہے تو وہ ڈاور کے خاکسار کی عمر کے احمدی اور غیر احمدی لوگوں سے جا کر پوچھ سکتا ہے۔اِنشاء اللہ تعالیٰ ڈاور کے احمدی اور غیر احمدی خاکسار کے بیانات کی سب تصدیق کریں گے بلکہ حرامی دینی صاحب سے حلفاً پوچھیں کہ عبدالغفار جنبہ نے تیرے اور تیرے باپ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے کیا وہ سچ ہے یا کہ جھوٹ؟ متلاشی حق پر سب حقیقت واضح ہوجائے گی۔

بانئے جماعت احمدیہ حضرت امام مہدی و مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔۔۔

''اُن لوگوں کو جو ذاتیات پر اعتراضات کرتے ہیں۔ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ کوئی ایک اعتراض تو دکھائیں جو پہلے کسی نبی پر نہ کیا گیا ہو۔حضرت موسیٰؑ پر جو اعتراض آریوں نے کیے ہیں کیا وہ اُن اعتراضوں سے جو مجھ پر ہوئے بڑھے ہوئے نہیں ہیں؟ حضرت مسیحؑ پر یہودیوں نے جس قدر اعتراض کیے ہیں یا آریوں نے کیے ہیں۔وہ دیکھو کس قدر ہیں؟ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاک ذات پر جس قدر الزام لگائے جاتے ہیں، اُنکا شمار تو کرو۔ہاں منہاج نبوت پر جو سلسلہ قائم ہوگا۔ضرور ہے کہ اُس پر ایسے الزام لگائے جاویں۔مگر آخر خدا تعالیٰ اپنے مامور مقبول اور مطہّر کی تطہیر کردیتا ہے اور دکھا دیتا ہے کہ وہ اِن الزاموں سے بالکل پاک ہے۔معترض کی آنکھ نے دھوکہ کھایا ہے۔یہ لوگ جو اصل مقصد کو چھوڑ کر ذاتیات پر اعتراض کرنے لگے ہیں اِسکی وجہ یہ ہے کہ چونکہ خدا کا فرستادہ اپنے دلائل و براہین پر زور رکھتا ہے، اُسکی ہر ایک بات پکی اور محکم ہوتی ہے اور ایسے تائیدی نشان اُس کیلئے ظاہر ہوتے ہیں کہ دوسرے اِن سے عاجز رہ جاتے ہیں۔اِس لیے مخالف جب کوئی راہِ گریز نہیں پاتے تو رکیک عذر کرنے لگتے ہیں اور بیہودہ نکتہ چینیاں شروع کردیتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

قارئین کرام:۔جب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو بطور مامور من اللہ اور بطور مرسل کھڑا کیا ہے تو اُسکی برادری، رشتہ داروں اور مخالفین نے اُس پر اور اُسکے خاندان پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات ضرور لگائے ہیں۔اِس قسم کے الزاموں سے کوئی مرسل بھی محفوظ نہیں رہ سکا ہے۔موسوی زکی غلام کی نیک اور صدیقہ والدہ پر بھی بدبخت یہودیوں نے الزامات لگائے تھے۔ایک کنواری کے بطن سے ایک زکی غلام کے پیدا ہونے کی وجہ سے بظاہر مخالفین کے الزاموں میں صداقت معلوم ہوتی تھی لیکن اِس کے باوجود موسوی مریم نہ

صرف پاک دامن اور صدیقہ تھی بلکہ آپؑ پر لگائے گئے سب الزمات بھی جھوٹے تھے۔محمدی موعود زکی غلام کی والدہ محترمہ کے سلسلہ میں تو موسوی زکی غلام کی والدہ کی طرح ایسی کوئی بات نہیں تھی۔تب بھی بد بخت الزامات لگانے والے باز نہ آئے۔جب اللہ تعالیٰ کے ہر مرسل پر مخالفوں نے اس قسم کے جھوٹے الزامات لگائے تھے تو پھر خاکسار اور میرا خاندان اس قسم کے الزموں سے پاک کس طرح رہ سکتا تھا ؟؟ کیونکہ ؎ اِس طرح تو ہوتا ہے اِس طرح کے کاموں میں

خاکسار

مردِ حق کی دُعا

عبدالغفار جنبہ۔کیل، جرمنی

موعود زکی غلام مسیح الزماں (موعود مجدد صدی پانزدہم)

مورخہ ۵ رجنوری ۲۰۱۷ء

☆☆☆☆☆☆☆☆